جامعہ حقانیہ کا ترجمان

مجلّہ الحقانیہ

ساہیوال
سرگودھا

ذوالقعدۃ الحرام ۱۴۲۷ھ — دسمبر ۲۰۰۶ء — جلد ۱ — شمارہ ۱۱

بانی فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہٗ

فہرست ذوالقعدۃ الحرام ۱۴۲۷ھ دسمبر ۲۰۰۶ء



خط وکتابت کیلئے: دفتر ماہنامہ الحقانیہ جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

فون : 048-6786002/6786899

E-mail-alhaqqania@yahoo.com

کمپوزر: جناب حافظ سید عبدالغفور صاحب ترمذی پرنٹر: جناب محمد منیر صاحب فائز پرنٹنگ پریس بلاک 8 سرگودھا

کلمۃ الحق مفتی سید عبدالقدوس ترمذی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علماء ومشائخ کنونشن اسلام آباد

تحفظ حقوق نسواں بل کے حوالہ سے ۹ر نومبر ۲۰۰۶ء ۱۶ر شوال المکرم ۱۴۲۷ھ جمعرات ۹ بجے صبح دارالعلوم اسلام آباد میں تمام مکاتب فکر کے جید علماء کرام کا ایک عظیم تاریخی کنونشن منعقد ہوا جس کی صدارت رئیس المحدثین حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم نے فرمائی۔

تمام مکاتب فکر کے ممتاز علماء کرام اور مشائخ نے اپنے اپنے مکتب فکر کی بھرپور نمائندگی کی اور بڑے واشگاف اور واضح لفظوں میں حکومت کے مرتب کردہ "تحفظ حقوق نسواں بل" کی تردید کی۔

ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری نے اس موقع پر نہایت جاندار اور شاندار خطاب فرمایا اور اپنے مخصوص مسحور کن اور مؤثر انداز میں اعلامیہ پڑھ کر سنایا جس میں حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ وہ غضب الٰہی کو دعوت نہ دے اور حکومت کی سلیکٹ کمیٹی کا مرتب کردہ بل اسمبلی میں پاس کرانے سے باز رہے، اگر حکومت نسواں کے حقوق کا صحیح تحفظ چاہتی ہے تو پھر اس پر لازم ہے کہ اس بل کے جائزہ کیلئے علماء کرام کی جو کمیٹی اس نے خود تشکیل دی تھی اس کی سفارشات اور ترمیمات کو تسلیم کرے اور ان کی روشنی میں ہی اس بل کو پاس کیا جائے، موجودہ بل ہرگز ہرگز حقوق نسواں کے تحفظ کا بل نہیں ہے بلکہ یہ حدود اللہ کے خلاف ایک سازش اور اسلام سے بغاوت ہے جسے مسلمان کبھی برداشت نہیں کریں گے، انہوں نے حکومتی بل کی خامیوں کو تفصیلاً بڑے مدلل انداز میں بیان کیا اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ اسے ہرگز اسمبلی سے پاس نہ کرائے۔

علماء ومشائخ کے اس کنونشن میں اگرچہ بہت سے علماء کرام نے بیان کیا اور بعض حضرات نے بڑی اہم تجاویز بھی پیش کیں لیکن رئیس المحدثین حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم اور مفتی اعظم حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہم نے اپنے خطاب میں حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر دامت برکاتہم، حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری محترم جناب حمید گل کے بیان اور تقاریر کو بطور خاص سراہا اور انہیں نہایت اہم قرار دیا۔

احقر بھی برادران گرامی قدر جناب حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب مدظلہم مہتمم مدرسہ اسلامیہ محمودیہ و حضرت مولانا مفتی طاہر مسعود صاحب زیدمجدہم مہتمم جامعہ مفتاح العلوم سرگودھا کے ہمراہ اس کنونشن

میں حاضر ہوا اور حضرات علماء کرام کے بیان اور ان کی تجاویز سے مستفید ہوا، اسٹیج سیکرٹری محترم ومکرم جناب حضرت مولانا قاضی عبدالرشید صاحب مدظلہم کے اعلان پر احقر نے جو گذارشات پیش کیں ان کا بھی حاصل کچھ یوں تھا:

مملکت اسلامیہ پاکستان اسلام کے نام پر معرض وجود میں آئی ہے جس کیلئے لاکھوں مسلمانوں نے قربانیاں دیں، اس مملکت کے دستور میں طے ہے کہ یہاں کوئی قانون قرآن وسنت کے خلاف نہیں بنایا جائے گا اور جو قوانین پہلے سے خلاف اسلام چلے آرہے ہیں ان کو بھی تبدیل کر کے اسلام کے سانچہ میں ڈھال دیا جائے گا، اس کیلئے ایک ادارہ اسلامی نظریاتی کونسل کے نام سے موجود ہے، ملک کے جید علماء کرام نے بڑی محنت وجانفشانی سے اس ادارہ کے ذریعہ یہ خدمت باحسن وجوہ سرانجام دی ہے، کسی بھی قانون کے متعلق یہ فیصلہ کرنا کہ یہ اسلام کے مطابق ہے یا نہیں یہ قرآن وسنت کے ماہرین کا کام اور منصب ہے، کسی اور کو ہرگز یہ حق حاصل نہیں ہے ع کار بوزینہ نیست نجاری۔

احقر نے بھی حکومت پاکستان سے یہ مطالبہ کیا کہ جب اس نے اس بل کا جائزہ لینے کیلئے علماء کرام پر مشتمل ایک کمیٹی خود منتخب کر دی ہے تو اب اس پر ان کی سفارشات کا ماننا ضروری ہے۔ کنونشن حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب مدظلہم کی پرسوز دعا پر اختتام پذیر ہوا، اللہ تبارک وتعالیٰ ان تمام حضرات کو جزائے خیر دے جنہوں نے اس کنونشن کا اہتمام کیا اور تمام مکاتب فکر کو جمع کر کے بروقت قوم کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا، اللہ تعالیٰ ان کی محنتوں کو کامیاب فرمائیں اور حکومت کو ہدایت نصیب فرمائیں، آمین۔

قومی اسمبلی اور سینٹ کا غیر اسلامی طرز عمل

افسوس کہ تمام مکاتب فکر اور لاکھوں مسلمانوں کے مطالبہ کے علی الرغم حکومتی ”تحفظ حقوق نسواں بل“ اسمبلی اور سینٹ کے اراکین نے پاس کر دیا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شرعی اور آئینی اعتبار سے پاکستان کی اسمبلی کے مسلمان اراکین کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ کسی بھی ایسے بل کی تائید نہ کریں جو قرآن وسنت کے خلاف ہو، اسمبلی کے اراکین ان لاکھوں کروڑوں افراد کے نمائندے ہیں جو مسلمان ہیں اور وہ ملک میں کسی بھی ایسے قانون کو برداشت نہیں کر سکتے جو اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے خلاف ہو۔ اراکین اسمبلی کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ کسی بھی بل کی تائید سے پہلے یہ ضرور سوچ لیں کہ وہ اس کی تائید کر کے لاکھوں مسلمانوں کی غلط نمائندگی تو نہیں کر رہے ہیں؟

اسمبلی اور سینٹ کے اراکین نے ''تحفظ حقوق نسواں بل'' کی تائید کر کے جہاں اللہ اور رسول ﷺ کے احکام کی خلاف ورزی کی ہے وہیں اپنی آئینی ،شرعی اور اخلاقی ذمہ داری اور عوام کے اعتماد کو بھی مجروح کیا ہے ،اے کاش !کہ مسلمان قوم کے یہ نمائندے اپنے ذاتی اور دنیوی مفاد سے بالاتر ہوکر یہ سوچ لیتے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کس میں ہے ،اس طرح وہ دنیا اور آخرت کی ناکامی سے بچ جاتے اور عنداللہ وعند الناس بھی سرخرو ہوتے ۔بہرحال حکومتی ''تحفظ حقوق نسواں بل'' کی تائید کر کے اراکین اسمبلی وسینٹ نے کوئی دانشمندانہ کام نہیں کیا بلکہ اس طرح وہ لاکھوں مسلمانوں کی تائید اور تعاون ودعاؤں سے محروم ہوگئے ، اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطافرمائیں اور توفیق دیں کہ وہ اپنے اس عمل کی تلافی کرسکیں ۔

علماء ومشائخ کنونشن جامعہ اشرفیہ لاہور

اسلام آباد کے کنونشن کے بعد ۲۸ رنومبر ۲۰۰۶ ءسوموار ۹ بجے صبح عالم اسلام کی عظیم اسلامی یونیورسٹی جامعہ اشرفیہ لاہور میں تمام مکتبہ فکر کے علماء ومشائخ کا ایک عظیم تاریخ ساز کنونشن منعقد ہوا جس کی صدارت رئیس المحدثین حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان نے فرمائی ،تمام مکاتب فکر کے علماء کرام اور مشائخ عظام نے اپنی تقاریر اور بیان میں حکومتی ''تحفظ حقوق نسواں بل'' کی خوب مذمت کی اور اسے قرآن وسنت کی تحریف اور اسلام کے خلاف ایک سازش قرار دیا۔

کنونشن میں تقریباً تمام مکاتب فکر کے جید علماء ومشائخ اور نمائندگان کو اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیا گیا لیکن سب سے زیادہ جامع خطاب ناظم اعلیٰ وفاق المدارس حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری اور شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم نے فرمایا،ان حضرات نے نہ صرف اس بل پر علمی وتحقیقی تنقید کر کے اس کی خامیوں کی نشاندھی اور اس کے قرآن وسنت کے خلاف ہونے کو واضح کیا بلکہ حکومت اور اسمبلی کے نمائندگان پر کڑی تنقید کے ساتھ علماء کرام اور تمام سامعین کو ایک لائحہ عمل بھی دیا۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہم نے اس حوالہ سے اہل علم پر عائد ہونے والی ذمہ داریوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ منبر ومحراب کے وارث ہیں انہیں چاہئے کہ وہ اپنے بیانات اور تقاریر میں عوام کو اس بل کی خرابیوں پر مطلع کریں اور مسلمان عوام کی ذہن سازی کریں تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ اس بل کے ذریعہ سے قرآن وسنت کی کس قدر تحریف کی گئی اور یہ کہ یہ بل تحفظ حقوق نسواں کا نہیں بلکہ مخالفین اسلام کو راضی کرنے کا بل ہے۔

جامعہ اشرفیہ لاہور میں اس عظیم کنونشن کے اہتمام کا سہرا مخدوم العلماء حضرت مولانا عبید اللہ صاحب دامت برکاتہم، حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب، استاذ العلماء حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالرحمٰن اشرفی مدظلہم کے سر ہے، ان حضرات نے بروقت اس کنونشن کا انعقاد کرکے ایک عظیم خدمت سرانجام دی ہے، اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرمائیں اور انہیں جزائے خیر سے نوازیں۔

جامعہ اشرفیہ لاہور کا یہ کنونشن حضرات اکابر اور علماء کرام کی حاضری نیز بیانات کے اعتبار سے بحمداللہ تعالیٰ شاندار کنونشن تھا، اسٹیج سیکرٹری کے فرائض حسب سابق نہایت احسن انداز میں مخدوم ومکرم حضرت مولانا قاضی عبدالرشید صاحب مدظلہم نے ادا فرمائے، حضرات علماء کرام نے ملک کے دیگر بڑے مقامات کے علاوہ ملک بھر میں اجتماع اور بیانات کے ذریعہ مسلمانوں کی ذہن سازی پر زور دیا، ضلع اور تحصیل کی سطح پر اجتماعات کا انعقاد اور تحریر وتقریر کے ذریعہ حکومتی بل کی خامیوں سے قوم کو مطلع کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے، حضرات علماء کرام اور خطباء عظام اس سلسلہ میں بھرپور کردار ادا کرسکتے ہیں، جب تک حکومت اس بل کو واپس نہ لے اس وقت تک یہ تحریک جاری رہنی چاہئے اور یہ مسلمان کے ایمان اور دینی حمیت وغیرت کا تقاضا ہے، اس میں کسی قسم کی سستی یا غفلت کی گنجائش نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حضرات علماء کرام نے ہمیشہ اپنی ذمہ داری کو پورا کیا ہے اور قوم کی بروقت رہنمائی کے فریضہ کو ادا کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کی، یہ کنونشن بھی اور احتجاج بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

صدر ایوب خان کے دور میں جب عائلی قوانین کو قوم پر مسلط کیا گیا اس وقت بھی تمام مکاتب فکر نے اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی اور اب موجودہ حکومت نے "تحفظ حقوق نسواں بل" کے نام سے قرآن وسنت کے خلاف جو بل اسمبلی اور سینٹ سے پاس کرایا ہے حضرات علماء کرام اس کی مخالفت اور قوم کی صحیح رہنمائی میں کراچی تا خیبر متفق ومتحد ہیں لہٰذا تمام مسلمانوں کو اس بارہ میں حضرات علماء کرام کے متفقہ لائحہ عمل پر لبیک کہنا چاہیے اور سب ہی کو بقدر استطاعت بہتر اور مؤثر طور پر یہ کوشش کرنی چاہئے کہ حکومت اس قانون کو واپس لینے پر مجبور ہو جائے۔

حکومتی ارکان کا اس بل کو قرآن وسنت کے مطابق قرار دینا بلاشبہ دروغ بے فروغ اور ع چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد کا مصداق ہے، اس لئے کسی کو ان بیانات سے دھوکہ میں نہیں آنا چاہئے۔

۷/ذوالقعدہ ۱۴۲۷ھ

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

درس قرآن کریم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِهْدِ نَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ o

ہدایت کا معنی اور اس کی قسمیں

ہدایت کا اصلی معنی یہ ہے کہ کسی شخص کو منزل مقصود کی طرف مہربانی کے ساتھ رہنمائی کرنا، حقیقی معنی میں ہدایت صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔

ہدایت کے مختلف درجات ہیں، ایک درجہ ہدایت کا عام ہے جو کائنات اور مخلوقات کی تمام اقسام حیوانات، نباتات، جمادات سب کو شامل ہے، رہا یہ کہ ان بے شعور چیزوں کو ہدایت سے کیا مطلب اور کیا کام؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے ان میں بھی شعور، احساس اور عقل کو رکھا ہے اگر چہ وہ کامل درجہ کی عقل اور شعور نہیں ہے، قرآن کریم کی آیات ذیل سے ان بے جان چیزوں میں عقل شعور اور احساس کا ہونا واضح ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وان مّن شیء الاّ یسبّح بحمدہٖ ولکن لاّ تفقھون تسبیحھم (پ۱۵) یعنی کوئی چیز ایسی نہیں جو تعریف کے ساتھ اس کی پاکی (قالاً یا حالاً) بیان نہ کرتی ہو لیکن تم لوگ ان کی پاکی بیان کرنے کو سمجھتے نہیں ہو۔

دوسری جگہ سورت نور میں ارشاد ہے الم تراَنّ اللّٰہ یسبّح لہٗ من فی السّمٰوٰت والارض والطّیر صٰفّٰت کلّ قد علم صلاتہ وتسبیحہ واللّٰہ علیم بما یفعلون یعنی کیا تجھ کو معلوم نہیں ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں سب جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں (مخلوقات) ہیں اور (بالخصوص) پرندے جو پر پھیلائے ہوئے اڑتے پھرتے ہیں، سب کو اپنی اپنی دعا اور تسبیح معلوم ہے اور اللہ تعالیٰ کو ان لوگوں کے سب افعال کا پورا علم ہے۔

ان آیات سے واضح ہے کہ جمادات، نباتات میں بھی احساس اور شعور موجود ہے اس لئے ہدایت عامہ کا یہ درجہ ان کو بھی شامل ہے اور آیت قرآنی اعطٰی کلّ شیء خلقہ ثمّ ھدٰی یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو اس کی خلقت عطا فرمائی پھر اس خلقت کے مناسب اس کو ہدایت دی، سورۂ اعلیٰ میں بھی اس مضمون کو یوں بیان فرمایا گیا ہے سبّح اسم ربّك الاعلٰی o الّذی خلق فسوّٰیo والّذی قدّر فھدٰیo

ہدایت کا دوسرا درجہ خاص ہے جو صرف جن اور انسان کے ساتھ مخصوص ہے، یہ ہدایت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ انسان کو پہنچتی ہے، پھر کوئی اس کو قبول کر کے مومن و مسلم ہو جاتا ہے کوئی رد کر کے کافر ٹھہرتا ہے۔

تیسرا درجہ ہدایت کا اس سے بھی زیادہ خاص ہے جو صرف مومنین متقین کے ساتھ مخصوص ہے، یہ ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلاواسطہ انسان پر فائض ہوتی ہے، اس کا دوسرا نام توفیق ہے یعنی ایسے اسباب اور حالات پیدا کر دینا کہ قرآنی ہدایات کا قبول کرنا اور ان پر عمل کرنا آسان ہو جائے اور ان کی خلاف ورزی دشوار ہو جائے، اس تیسرے درجے کی وسعت غیر محدود اور اس کے درجات غیر متناہی ہیں، یہی درجہ انسان کی ترقی کا میدان ہے، اعمال صالحہ کے ساتھ ساتھ ہدایت کے اس درجہ میں زیادتی ہوتی رہتی ہے، قرآن کریم کی متعدد آیات میں اس درجہ کا ذکر ہے مثلاً فرماتے ہیں والذین اھتدوا زادھم ھدی ومن یؤمن باللّٰہ یھد قلبہ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا، ہدایت کا یہ تیسرا درجہ وہ وسیع میدان ہے جہاں پر بڑے سے بڑا نبی اور رسول، ولی اللہ آخر عمر تک زیادتی ہدایت و توفیق کا طالب نظر آتا ہے۔

اس تشریح سے واضح ہے کہ ہدایت ایک ایسی چیز ہے جو سب کو حاصل بھی ہے مگر اس کے باوجود اس سے کسی کو استغناء نہیں ہے کیونکہ اس کے بہت سے درجات ہیں، اس لئے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو یقیناً ہدایت کے مقام پر فائز ہیں وہ بھی حق تعالیٰ سے اس کی دعا کر رہے ہیں جس کا مطلب اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ آپ ہدایت کا وہ اعلیٰ مقام طلب فرما رہے ہیں جو اس دعا سے حاصل ہوگا، ہر مومن بھی ہدایت پر ہونے کے باوجود اس کی دعا اس لئے کرتا ہے کہ وہ ہدایت کے جس مرتبہ پر فائز ہے اس سے بلند مرتبہ کا طالب ہوتا ہے، حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی قدس سرہ نے بھی ہدایت کا یہی مفہوم ذکر فرمایا ہے۔

الغرض! یہ بہت جامع دعا ہے جو اس آیت میں سکھلائی گئی ہے، دین اور دنیا دونوں میں صراط مستقیم کے بغیر گذارہ نہیں، دارین کی فلاح اسی میں مضمر ہے، دنیا کی الجھنوں میں بھی صراط مستقیم ہی نسخہ اکسیر ہے، حق تعالیٰ ہمیں اس کی قدر عطا فرمائیں اور صراط مستقیم پر قائم رکھیں، آمین۔

اس سلسلہ میں مزید تفصیل کیلئے حضرت مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کا رسالہ مفیدہ "تکمیل الدرایہ فی تفصیل درجات الہدایۃ" کا مطالعہ بہت ہی مفید ہے جو معارف القرآن جلد اول میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

درس حدیث

رحمۃ الفردوس ترجمہ بہجۃ النفوس

مؤلف: حضرت امام حافظ ابومحمد عبداللہ بن ابی جمرہ الازدی الاندلسی رحمہ اللہ

مترجم: شیخ الاسلام حضرت مولانا علامہ ظفر احمد عثمانی قدس اللہ سرہ

عمل کرو اور کثرت عمل پر نظر نہ کرو

(۲۷) اللہ تعالیٰ کے ارشاد ولا تمنن تستکثر میں (ایک تفسیر پر) صوفیہ کے اس قول کی دلیل ہے کہ (ہر وقت) کام میں لگا رہنا اور توجہ اور حضور دائم کے ساتھ رہنا چاہئے اِدھر اُدھر التفات نہ کرنا چاہئے کیونکہ جب اپنے عمل کی کثرت (وزیادت) پر نظر کرنا سستی (اور کسل) پیدا کر دیتا ہے جیسا اوپر مذکور ہوا (یعنی نمبر ۲۶ میں جس کا ترجمہ نہیں کیا گیا) تو عمل کے سوا اور چیزوں پر نظر کرنا کیا کچھ ہوگا (اس سے تو یقیناً سستی اور کوتاہی زیادہ ہوگی) اسی طرح ان کا یہ قول بھی ہے کہ الـوقـت سیف (وقت ایک تلوار ہے) مطلب یہ ہے کہ وقت کو کام کر کے ختم کرو اس کو (بیکار) ٹالو گے تو وہ تم کو ختم کر دے گا۔ اور (اِدھر اُدھر التفات کرنا) اس واسطے (بھی منع ہے) کہ حظوظ (نفس) اور کثرت عمل وغیرہ پر نظر کرنا ہلاکت ہے اور جب سالک اسباب ہلاکت کی طرف متوجہ ہوتا ہے ہلاک ہو جاتا ہے (الوجه الثامن والستون فيه دليل لاهل الصوفة في قولهم باستصحاب العمل الى قوله كان هالكا ۱۲)

ف: آیت ولاتمنن تستکثر کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں ایک قول یہ ہے کہ اپنے صدقہ کو زیادہ سمجھ کر احسان نہ جتلاؤ، ایک قول یہ ہے کہ اس غرض سے کسی کو ہدیہ نہ دو کہ اس کے عوض میں زیادہ آوے گا، ایک قول یہ ہے کہ اپنے عمل کو زیادہ سمجھ کر عبادت کو قطع نہ کرو، شارح نے وجہ سابع وستون میں ان سب اقوال کو بیان فرمایا ہے اور صوفیہ کا یہ قول جو یہاں مذکور ہوا تیسری تفسیر سے مؤید ہے، واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

حدیث حلاوۃ الایمان

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں جس میں ہوں اس نے ایمان کی حلاوت پائی (ایک) یہ کہ اللہ اور اس کا رسول سب سے زیادہ اس کو محبوب ہوں اور (دوسرے) یہ کہ جس آدمی سے محبت کرے صرف اللہ ہی کے واسطے محبت کرے اور (تیسرے) یہ کہ کفر کی طرف لوٹنے (اور اس میں مبتلا ہونے) سے ایسا گھبرائے جیسا آگ میں ڈالے جانے سے گھبراتا ہے۔

مرسلہ: محمد صدیق عفا اللہ عنہ

ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ

از جمیل الکلام بقلم فقیہ الامۃ حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی قدس سرہ

☆فرمایا مجھ کو کوئی خادم بنائے تو میں تو بہت زیادہ اور بہت جلد بے تکلف ہو جاتا ہوں، تکلف تو میرے اندر ہے ہی نہیں مگر لوگ خواہ مخواہ میری فضول تعظیم کر کے درمیان میں ایک حجاب کھڑا کر لیتے ہیں۔

☆ایک صاحب نے کسی کی نسبت کہا کہ یہ کچھ تو کرتے ہیں، فرمایا جو لوگ کچھ کرتے ہیں وہ ان سے تو اچھے ہیں جو کچھ بھی نہیں کرتے، جیسا ایک شخص روٹی پکاتا ہے وہ پکاتا تو ہے جیسی بھی پکاتا ہے وہ اس سے تو اچھا ہے جو پکاتا ہی نہیں محض دوسرے کی پکائی ہوئی میں عیب ہی نکالتا ہے۔

☆اپنی سیاست کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا لوگوں سے لڑائی تو ہے میری مگر الحمد للہ وہ ناراض نہیں ہیں، شاید کوئی اتفاق ہی سے ناراض ہوگا، وجہ یہ ہے کہ میں لڑتا تو ہوں مگر ان کی مصلحت سے لڑتا ہوں اپنی مصلحت سے نہیں لڑتا اس لئے وہ ناراض نہیں ہوتے۔

☆فرمایا مولانا گنگوہی نے ایک بیرنگ خط واپس کر دیا، ڈاکخانہ میں ہندو کلرک تھا کہنے لگا اتنے تو منی آرڈر آتے ہیں ایک چار پیسے کے واسطے خط واپس کر دیا، فرمایا یہ حال ہے ذہنیت کا۔

☆فرمایا ایک شخص نے پوچھا کہ تمہارا کیا خیال ہے نجدیوں کے متعلق؟ میں نے لکھ دیا کہ میرا یہ خیال ہے کہ وہ نجدی ہیں وجدی نہیں اور ضرورت اس کی ہے، اگر ایسے ہو جائیں تو ہم آنے والوں سے اس طرح پوچھا کریں ۔

باز گو از نجد و از یاران نجد تا درو دیوار را آری بوجد

لوگ ان کا جنید و شبلی سے موازنہ کرتے ہیں حالانکہ امان اللہ اور رضا شاہ وغیرہ سے موازنہ کرنا چاہیے۔

☆فرمایا میں نے مسائل تصوف کی ایک فہرست لکھوائی ہے عنوانات التصوف، اس میں تصوف کے ان مسائل کی فہرست ہے جو قرآن وحدیث سے ماخوذ ہیں، دو ہزار مسائل تو وہ ہیں جو سرسری نظر سے مجھے قرآن وحدیث سے مل گئے اور غور کرنے سے اور بھی نکل سکتے ہیں، اس سے معلوم ہو جائے گا کہ اس فن کو مخترع اور محدث کہنا ظلم ہے اور جہاں کسی مسئلہ میں غلطی ہو رہی تھی اس غلطی پر بھی اطلاع دی گئی ہے۔

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

حج اور عمرہ کا مختصر طریقہ

بعد الحمد والصلوۃ: گذارش آنکہ ہندوپاک سے حج کرنے والے حضرات چونکہ پہلے عمرہ اور پھر حج ادا کرتے ہیں جس کو ''حج تمتع'' کہا جاتا ہے اس لئے ذیل میں اس کا مختصر طریقہ لکھا جاتا ہے:

(۱) پاکستان سے عمرہ کا احرام باندھ کر نیت کریں اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَۃَ فَیَسِّرْھَا لِیْ وَتَقَبَّلْھَا مِنِّیْ۔

(۲) مکہ معظمہ پہنچ کر عمرہ کریں، طواف کے سات چکر اضطباع کے ساتھ جس میں پہلے تین چکروں میں رمل کریں، طواف مکمل کر کے دو نفل واجب الطواف ادا کریں۔

(۳) اس کے بعد صفا مروہ کے درمیان سعی کے سات چکر لگائیں، سعی مکمل کر کے سر کے بال منڈائیں یا انگلی کے پورے کے برابر کٹوائیں، عمرہ مکمل ہوا احرام ختم ہوا۔ یاد رہے کہ احرام میں جو طواف کیا جائے اس میں حجر اسود کا بوسہ نہ لیں کیونکہ اس پر خوشبو ہوتی ہے اس سے دم لازم ہوگا۔

(۴) ۷/ذی الحجہ کو گھر سے احرام باندھ کر معلم کے ہمراہ منیٰ جائیں، ۸/ کو منیٰ میں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور ۹/ کی فجر کی نماز پڑھیں۔

(۵) ۹/ذی الحجہ کو صبح عرفات جائیں وہاں ظہر اور عصر کی نمازیں ادا کریں اور کھڑے ہو کر خوب دعائیں کریں، نمازوں کا طریقہ معلم الحجاج میں دیکھ لیں۔

(۶) غروب آفتاب کے بعد مغرب پڑھے بغیر عرفات سے نکل کر مزدلفہ جائیں اور وہاں عشاء کے وقت مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک اذان اور ایک اقامت سے ادا کریں، رات بھر دعائیں کریں، ۷۰ کنکریاں جمع کریں۔

(۷) ۱۰/ کو صبح فجر پڑھ کر تھوڑی دیر دعائیں کر کے منیٰ کو جائیں اور منیٰ میں صرف بڑے جمرہ کو ۷ کنکریاں ماریں، اس کے بعد قربانی کریں، پھر سر منڈا کر احرام اتار دیں، اس کے بعد حرم جا کر طواف زیارت کریں اور حج کی سعی کریں۔

(۸) اس کے بعد منیٰ واپس آجائیں اور ۱۱، ۱۲ کو زوال کے بعد تینوں جمروں کو ۷، ۷ کنکریاں ماریں، پہلے چھوٹے کو پھر درمیان والے کو پھر بڑے کو، کنکریاں خود ماریں کسی دوسرے کو نہ مارنے دیں ورنہ دم لازم آئے گا۔

(۹) ۱۲/ کی رمی کر کے واپس مکہ مکرمہ آجائیں حج مکمل ہو گیا، اس کے بعد واپسی سے قبل طواف وداع ضرور کریں۔

(۱۰) معلم کے پروگرام کے مطابق مدینہ منورہ حاضری دیں اور اس کو اپنی زندگی کی سب سے بڑی خوش نصیبی سمجھیں۔ آخر میں التجا ہے کہ اپنی دعاؤں میں اراکین وخدام جامعہ کو بھی یاد رکھیں۔

مولانا مفتی فقیر اللہ رحمہ اللہ ماموں کانجن

اجتہاد وتقلید

حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روشنی میں

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجا تو فرمایا کہ جب کوئی قضیہ درپیش ہوگا تو فیصلہ کیسے کروگے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کتاب اللہ میں اس کا حکم موجود نہ ہو تو؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کروں گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر سنت رسول اللہ میں بھی اس کا حکم موجود نہ ہو تو؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر میں اجتہاد رائے سے کام لوں گا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینہ پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اپنے رسول کے فرستادہ کو اس بات کی توفیق عطا فرمائی جسے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پسند کرتے ہیں، روایت کیا اس حدیث کو ترمذی، ابوداؤد اور دارمی نے (مشکوۃ ص ۳۲۴) اس حدیث کو متعدد ائمہ حدیث نے صحیح کہا ہے جو حسب ذیل ہیں:

(۱) امام ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ سنن ترمذی کی شرح عارضۃ الاحوذی میں لکھتے ہیں اختلف الناس فی ھذا الحدیث فمنھم من قال انہ لا یصح علی مصطلحھم ومنھم من قال ھو صحیح والذی ادین بہ القول بصحۃ فانہ حدیث مشھور یرویہ شعبۃ بن الحجاج رواہ عنہ جماعۃ من الفقھاء والائمۃ اس حدیث میں اہل علم کا اختلاف ہے، کچھ اسے صحیح کہتے ہیں اور کچھ صحیح نہیں کہتے اور میری دیانتدارانہ رائے میں یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ یہ حدیث مشہور رہے، اس کے راوی (امیر المؤمنین فی الحدیث) امام شعبہ رحمہ اللہ ہیں جسے فقہاء اور ائمہ محدثین کی ایک جماعت نے ان سے روایت کیا ہے (بحوالہ مقالات کوثری ص ۷۸/۷۹)

(۲) خطیب بغدادی رحمہ اللہ اس حدیث کی سند میں سے ایک سند کے بارے میں لکھتے ہیں وھذا اسناد متصل ورجالہ معروفون بالثقۃ یہ سند متصل ہے اور اس کے تمام راوی مشہور ومعروف ثقہ ہیں (الفقیہ والمتفقہ بحوالہ مقالات کوثری ص ۶۳/۶۴)

(۳) علامہ ابن القیم رحمہ اللہ خطیب بغدادی کے اس قول کے ساتھ اتفاق کرتے ہوئے لکھتے ہیں وھذا اسناد متصل ورجالہ معروفون بالثقۃ یہ سند متصل ہے اور اس کے تمام راوی مشہور ومعروف ثقہ ہیں (اعلام الموقعین ج ۱ ص ۱۷۵/۱۷۶)

(۴) حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں وھذا الحدیث فی المسند والسنن باسناد جید یہ حدیث مسند احمد اور سنن ابوداؤد، ترمذی اور دارمی میں عمدہ سند کے ساتھ مروی ہے (تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۳)

(۵) حافظ المغرب علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ اس حدیث کی تصحیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں و حدیث معاذ صحیح مشھور رواہ الائمۃ العدول وھو اصل فی الاجتھاد والقیاس علی الاصول حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث صحیح اور مشہور ہے جسے ایسے ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے جن کی عدالت مسلم ہے اور یہ حدیث اجتہاد اور قیاس صحیح کی اصل بنیاد ہے (جامع بیان العلم ج ۲ ص ۹۴)

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ کے اس کلام سے معلوم ہوا کہ ائمہ اربعہ وغیرہم فقہاء رحمہم اللہ جنہوں نے اجتہاد اور قیاس صحیح کو فقہ کے بنیادی اصولوں میں شامل کیا ہے اس کی اصل بنیاد یہی حدیث معاذ رضی اللہ عنہ ہے جو اس حدیث کے صحیح ہونے کی ناقابل تردید دلیل ہے، کیونکہ امام مالک اور امام احمد رحمہما اللہ فقہ کے ساتھ حدیث کے بھی بلا منازعت امام ہیں بلکہ بعد کے تمام یا اکثر محدثین کے استاد اور امام ہیں رحمہم اللہ رحمۃ واسعۃ۔

تشریح حدیث: اس حدیث شریف میں شرعی فیصلوں کے تین طریقے مقرر فرمائے گئے ہیں (ا) کتاب اللہ سے فیصلہ کرنا (۲) سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کرنا (۳) اجتہاد رائے سے فیصلہ کرنا جو صرف مجتہد کا کام ہے عام عالم کا کام نہیں ہے چاہے وہ کتنا ہی پڑھا ہوا کیوں نہ ہو۔

فیصلے کے یہ تینوں طریقے بارگاہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے مصدقہ ہیں جس کے بعد تینوں قسم کے یہ فیصلے شرعی فیصلے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی کہ معاذ اگر کوئی فیصلہ کتاب اللہ اور سنت رسول میں نہ ملے، اس سے معلوم ہوا کہ اسلامی زندگی کا ہر مسئلہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں پایا جانا ضروری نہیں ہے ورنہ آپ ہرگز یہ ارشاد نہ فرماتے، اس لئے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسلامی زندگی کا ہر مسئلہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہے وہ شعوری یا غیر شعوری طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھنے کی غلط فہمی میں مبتلا ہیں، کیونکہ آپ کے اس ارشاد گرامی اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے جواب سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی زندگی کا کوئی مسئلہ ایسا بھی ہوسکتا ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود نہ ہو جس کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر شرعی فیصلہ کی ایک تیسری صورت بھی تھی جو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے اس جواب سے کہ پھر میں اجتہاد رائے سے کام لوں گا متعین ہوگئی جس پر خوش ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو شاباش دی اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جس نے اپنے

رسول کے فرستادہ کو ان کی پسندیدہ بات کی توفیق عطا فرمائی، اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی مسئلہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے نہ ملے تو سائل کو اس کے جواب سے مایوس کرنا رسول اللہ ﷺ کی پسند کے خلاف ہے، اسی طرح حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی دیگر مجتہد صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اجتہادی فیصلوں کو نظر انداز کر کے اپنے استادوں اور مسلک کے علماء کے فیصلوں کی طرف رجوع کرنا یا اپنے علم کی زور آزمائی کرتے ہوئے ٹامک ٹوئیاں مارنا رسول اللہ ﷺ کی پسند کو نظر انداز کرنا ہے، البتہ اگر کوئی حکم کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور حضرات صحابہ کرام کے اجتہادی فیصلوں میں بھی نہ ملے تو اجتہاد کی صلاحیت رکھنے والے علماء کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اجتہاد رائے سے ایسا فیصلہ کریں جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی تصریحات کے خلاف نہ ہو تو یقیناً یہ فیصلہ بھی شرعی فیصلہ ہی ہوگا، مگر اس سے زیادہ بہتر یہ ہے کہ قرون خیر کے مجتہدین اور ان کے قریب ترین زمانہ کے مجتہدین کے اجتہادی فیصلوں کو اپنے اور اپنے اساتذہ کے اجتہادی فیصلوں پر ترجیح دی جائے کہ وہ اپنے بعد کے لوگوں سے ہر اعتبار سے بہتر اور افضل تھے، جب تقلید ہی کرنا ٹھہری تو بہتر اور افضل لوگوں کی تقلید کی جائے کیونکہ تقلید تو تقلید ہی ہے، تقلید تقلید میں کوئی فرق نہیں ہے چاہے کوئی اہلحدیث بن کر اہلحدیث عالم کی تقلید کرے یا اہل تقلید بن کر کسی پرانے مجتہد کی تقلید کرے، البتہ اتنا فرق ضرور ہے کہ پرانے مجتہد کی تقلید میں غلطی کا احتمال کم ہے بنسبت نئے مجتہد کی تقلید کے، بات دوسری طرف نکل گئی اصل بات یہ ہو رہی تھی کہ بارگاہ رسالتمآب ﷺ سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو اجتہاد رائے سے فیصلوں کی اجازت ملنے کے بعد مجتہدین کے اجتہادی فیصلے بھی شرعی فیصلے قرار پائے اور ان پر عمل کرنا بھی شریعت پر ہی عمل کرنا طے پایا، اگر کوئی کہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا ایسا کوئی اجتہادی فیصلہ سامنے نہیں ہے جو رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں معرض وجود میں آیا ہو اور اسے رسول اللہ ﷺ کی تصدیق حاصل ہو گئی ہو جسے اجتہادی فیصلوں کے شرعی ہونے کی دلیل بنایا جا سکے، تو اس کے جواب میں مؤدبانہ گذارش یہ ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا کوئی ایسا فیصلہ پیش کیا جائے جو انہوں نے کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ سے کیا ہوتا کہ ان کے شرعی قاضی ہونے کی تصدیق ہو سکے، اگر ان کے شرعی قاضی ہونے کیلئے بارگاہ رسالتمآب ﷺ سے ان کا صرف تقرر ہی کافی ہے تو ان کے اجتہادی فیصلوں کے شرعی فیصلے ہونے کیلئے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ان کو اس کی اجازت ہی کافی ہے چاہے آپ نے پوری مدت قضا میں کوئی ایک اجتہادی فیصلہ بھی نہ کیا ہو، جب مجتہدین کے اجتہادی فیصلے شرعی فیصلے ہیں تو ان کے مجموعہ کا نام "الفقہ الاسلامی" ہے اور ان پر عمل کرنا شریعت پر ہی عمل کرنا ہے۔

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

مسائل قربانی

قربانی کی عظمت وفضیلت

قربانی ایک اہم اور بڑی بابرکت عبادت ہے اور شعائرِ اسلام میں سے ہے احادیث کے اندر اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں دس سال تک قیام فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال برابر قربانی کرتے رہے اور مسلمانوں کو بھی اس کی تاکید فرمائی۔

جو شخص واجب ہونے کے باوجود قربانی نہ کرے حدیث میں اس کیلئے سخت وعید فرمائی گئی ہے اسی لئے جمہور علماء کے نزدیک قربانی واجب ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قربانی کے بدن پر جتنے بال ہیں ہر بال کے بدلے ایک ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔ اسی طرح ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ذبح کرتے وقت جو قطرہ زمین پر گرتا ہے اس کے گرنے سے پہلے ہی اللہ کے پاس مقبول ہوجاتا ہے، تو خوب خوشی سے اور دل کھول کر قربانی کرو۔

قربانی کس پر واجب ہے؟

قربانی ہر اس شخص پر واجب ہے جس پر زکوۃ فرض ہو یعنی جس کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت ہو یا اتنی قیمت کا مال تجارت ہو یا اس پر زکوۃ تو واجب نہیں لیکن ضروری اسباب سے زائد اتنی قیمت کا مال واسباب ہے جتنی قیمت پر زکوۃ واجب ہے تو اس پر بھی قربانی اور صدقہ واجب ہوجاتے ہیں اور قربانی کے اس مذکورہ نصاب پر سال کا گذرنا ضروری نہیں بلکہ قربانی کے دنوں میں جس وقت بھی کسی مسلمان مرد و عورت، عاقل بالغ مقیم کے پاس قربانی کا نصاب ملک میں آجائے گا تو اس پر قربانی واجب ہوجائے گی۔ جتنے مال پر صدقۂ فطر واجب ہوتا ہے اتنے مال ہونے پر بقرہ عید کے دنوں میں قربانی کرنا بھی واجب ہے اور اگر اتنا مال نہ ہو تو اس پر قربانی کرنا تو واجب نہیں لیکن اگر پھر بھی کردے تو بہت ثواب ہے۔

قربانی کا وقت

بقرہ عید کی دسویں سے لے کر بارہویں تاریخ کے سورج غروب ہونے سے پہلے تک قربانی کا وقت ہے ان دنوں میں جس وقت چاہے قربانی کردے مگر رات کو ذبح کرنا بہتر نہیں ہے، شہر میں اگر کسی نے

بقرہ عید کی نماز سے پہلے قربانی کردی تو اس کو دوبارہ کرنا ضروری ہے۔ایسے دیہات میں جہاں شرعاً جمعہ اور عید پڑھنی درست نہ ہو اگر دسویں کی صبح صادق کے بعد بھی قربانی کردی گئی تو صحیح اور درست ہے۔جس شہر میں عید کی نماز کئی جگہ پڑھی جاتی ہو وہاں قربانی کے صحیح ہونے کیلئے صرف ایک جگہ نماز کا ادا ہو جانا کافی ہے۔

قربانی کے جانور

بکری، بکرا، بھیڑ، دنبہ، گائے، بیل، بھینس، بھینسا، اونٹنی، اونٹ، صرف انہی جانوروں کی قربانی جائز ہے۔مرغی یا مرغا قربانی کی نیت سے ذبح کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

قربانی کے جانوروں کی عمریں

بکرا، بکری سال بھر سے کم اور گائے، بیل، بھینس، بھینسا دو سال سے کم اور اونٹ، اونٹنی پانچ سال سے کم عمر کا جائز نہیں۔اور بھیڑ، دُنبہ چکتی دار ہو یا بے چکتی ہو اگر ایسا فربہ ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو چھ مہینے کا بھی جائز ہے، اور اگر ایسا فربہ نہ ہو تو پھر سال بھر سے کم کا جائز نہیں۔

قربانی کے عیب

جس جانور کے پیدائشی سینگ نہ ہوں یا بعد میں ٹوٹ گئے ہوں تو اس کی قربانی جائز ہے ہاں اگر بالکل جڑ سے ٹوٹ گئے ہوں تو اس کی قربانی جائز نہیں۔جس جانور کے دونوں کان تھوڑے کٹے ہوئے ہوں یا کان میں کئی سوراخ ہوں جو جمع کرنے سے تہائی سے زیادہ ہو جاتے ہوں تو احتیاط یہ ہے کہ اس جانور کی قربانی نہ کرے، اسی طرح کان یا دم تہائی سے زیادہ کٹی ہوئی ہو تو قربانی نا جائز ہے۔جو جانور اندھا ہو یا اس کی ایک آنکھ کی بینائی تہائی سے زیادہ جاتی رہی تو اس کی قربانی جائز نہیں، جس جانور کی ناک کٹی ہو اس کی قربانی جائز نہیں، جس جانور کے دانت بالکل نہ ہوں اس کی قربانی نا جائز ہے اور اگر اس قدر باقی ہیں کہ گھاس وغیرہ چر سکتا ہے تو جائز ہے، جس جانور کی زبان تہائی سے زیادہ کٹی ہوئی ہو اس کی قربانی جائز نہیں۔جس جانور کے تھن بالکل کٹے ہوئے ہوں یا ایک تھن تہائی سے زیادہ کٹا ہوا ہو اس کی قربانی جائز نہیں یہ حکم بھیڑ اور بکری کا ہے، گائے، بھینس اونٹنی کے ایک تھن ختم ہو جانے کی وجہ سے قربانی درست ہے البتہ دو تھن ختم ہو گئے تو قربانی درست نہ ہوگی (عالمگیری)

قربانی کا گوشت اور کھال

قربانی کے گوشت کا خود کھانا اور رشتہ داروں، مالداروں اور فقیر محتاجوں میں تقسیم کرنا سب جائز ہے۔ بہتر یہ ہے کہ تہائی گوشت سے کم خیرات نہ کرے لیکن اگر کسی نے تہائی سے کم خیرات کیا تو بھی کوئی گناہ نہیں۔

قربانی کا گوشت بیچنا مکروہ ہے،اسی طرح قربانی کے سری پائے اوراس کی چربی کا بیچنا حلال نہیں،اگر کسی نے ان چیزوں کو بیچ دیا ہوتو ان کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے۔قربانی کی کھال بعینہٖ ڈول مصلی وغیرہ بنا کر خود استعمال کرنا بھی جائز ہے اور کسی امیر کو دے دینا بھی جائز ہے،اور قربانی کی کھال سے جائے نماز،مشک،چھلنی وغیرہ بنانا بھی درست ہے البتہ اگر اس کو پیسوں کے ساتھ فروخت کردیا تو اب اس کی قیمت کو خود استعمال نہیں کرسکتا اور نہ ہی کسی امیر کو دے سکتا ہے بلکہ اس کو صدقہ کردیا جائے اور اس صدقے کے مستحق لوگ وہی ہیں جو زکوۃ کے مستحق ہیں۔

قربانی کی قضا

اگر کسی شخص نے گذشتہ سالوں کی واجب قربانی ادا نہ کی ہو اس کو ہر سال کی قربانی کے عوض میں قربانی کی قیمت کا صدقہ میں دینا واجب ہے،ایام قربانی کے بعد قربانی نہیں کرسکتا۔

قربانی کے چند متفرق اور اہم مسائل

(1) قربانی کے دنوں میں جانور کے ذبح کرنے سے ہی قربانی ادا ہوتی ہے جانور کے زندہ صدقہ کرنے یا اس کی قیمت خیرات کرنے سے قربانی ادا نہیں ہوتی۔ (2) مسافر شرعی جو 77 کلومیٹر کی مسافت کے ارادہ سے سفر شروع کر چکا ہو اس پر قربانی واجب نہیں ہے۔ (3) قربانی جس طرح مردوں پر واجب ہوتی ہے اگر کسی عورت کی ملکیت میں اتنا مال ہو جس پر قربانی واجب ہوتی ہے تو عورت پر بھی قربانی واجب ہے۔ (4) خصی جانور کی قربانی درست بلکہ افضل ہے۔ (5) مستحب یہ ہے کہ قربانی کے جانور میں جائز عیبوں میں سے بھی کوئی عیب نہ ہو۔ (6) مستحب یہ ہے کہ قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرے اور اگر خود ذبح نہ کرسکے تو دوسرے کو حکم کرے اور خود ذبح کے وقت حاضر رہے اگر وہاں کوئی غیر محرم نہ ہو تو عورت کو بھی اپنی قربانی کے پاس کھڑا ہونا مستحب ہے۔ (7) مرتد،زندیق اور قادیانی کا ذبیحہ حرام ہے ان سے ذبح نہ کرائیں نہ قربانی کے موقع پر اور نہ ہی کسی اور وقت۔ (8) اہل تشیع جن کے عقائد کفر کی حد تک پہنچے ہوئے ہوں ان کا ذبیحہ حرام ہے ایسے لوگوں کو قربانی میں شامل نہ کیا جائے ورنہ کسی کی قربانی بھی درست نہ ہوگی۔ (9) مدارس اسلامیہ کے طلبہ چرم قربانی اور فروخت کردینے کی صورت میں اس کی قیمت کیلئے بہترین مصرف ہیں کہ اس میں صدقہ کا ثواب بھی ہے اور علم دین کا احیاء بھی مگر کسی خدمت اور معاوضہ میں اس کا دینا جائز نہیں۔ (10) چرم قربانی اور اس کی قیمت سے مساجد اور رفاہ عامہ،مسافر خانہ،ہسپتال،سڑک وغیرہ پر خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔ (11) جو جانور کسی کو حصہ

میں پرورش کیلئے دیا گیا ہو تو یہ جانور اس پرورش کرنے والے کی ملک نہیں ہے اس لئے اس کو پرورش کرنے والے سے نہ خریدا جائے بلکہ اصلی مالک سے خریدا جائے۔ (12) ذبح کرنے والے کو ذبح کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا سنت مؤکدہ ہے اس کا ترک بغیر عذر کے مکروہ ہے۔ (13) قربانی کی نیت صرف دل سے کرنا کافی ہے زبان سے کہنا ضروری نہیں البتہ ذبح کے وقت بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہنا ضروری ہے۔ (14) بہتر یہ ہے کہ جانور کو قبلہ رخ لٹا کر پہلے یہ دعا پڑھے:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ، اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ۔

پھر بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر ذبح کرے اور ذبح کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْهُ مِنِّیْ كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِكَ مُحَمَّدٍ وَّخَلِیْلِكَ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِمَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ۔ (15) چرم قربانی کی قیمت کو مسجد کی مرمت پر لگانا یا مزدوری میں دینا جائز نہیں بلکہ خیرات کرنا ضروری ہے۔ (16) قربانی کی کھال فروخت کرنے کے بعد اس کی قیمت کا زکوٰۃ کے مستحق افراد کو دینا واجب ہے لہٰذا اپنی بیوی، ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی، بیٹا، بیٹی وغیرہ جن کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ان کو یہ رقم دینا جائز نہیں ہے اسی طرح بیوی بھی اپنے خاوند کو چرم قربانی کی قیمت نہیں دے سکتی۔ (17) جو مسلمان مرد و عورت اتنے مال کا مالک ہو جس پر قربانی واجب ہوتی ہے جب تک اتنا مال اس کی ملکیت میں رہے گا اس پر ہر سال قربانی واجب ہوگی صرف ایک سال قربانی کر دینا کافی نہیں ہے۔ (18) اگر کئی بھائی مشترک کاروبار کرتے ہوں اور ان کا کھانا پینا اور اخراجات بھی مشترک ہوں تو جو کچھ مال اس مشترک کاروبار سے حاصل ہوا اس میں سے اگر ہر بھائی کے حصہ میں اتنا مال آتا ہو جس پر قربانی واجب ہوتی ہو تو ہر بھائی کے ذمہ جدا جدا قربانی واجب ہوگی اور اگر اتنے مال سے کم حصے میں آتا ہو تو کسی کے ذمہ بھی واجب نہیں ہے۔ (19) اگر والد کی موجودگی میں اس کے ساتھ شریک ہو کر کئی بیٹے کاروبار کرتے ہوں اور کھانا پینا سب کا ایک جگہ ہو تو کل مال والد کا ہوگا اور اسی کے ذمہ قربانی واجب ہوگی ہاں اگر کسی بیٹے کی ملکیت میں کسی اور ذریعہ سے بقدر نصاب ہو تو اس بیٹے یا اس بیٹے کی بیوی پر علیحدہ قربانی واجب ہوگی (فتاویٰ دارالعلوم ص۲۳۰ ج۲) (20) قربانی کا جانور اگر شہر میں ہے تو پھر چاہے قربانی کرنے والا گاؤں میں ہو تو عید کی نماز سے پہلے ذبح کرنا درست نہیں۔ اور اگر قربانی کا

جانور گاؤں میں ہوتو اس کا نماز عید سے پہلے صبح صادق کے بعد ذبح کرنا جائز ہے۔ (21) اگر کسی شخص کا حصہ اس کی اجازت کے بغیر مقرر کرلیا گیا ہوتو اگر ذبح کرنے سے پہلے اس کی اجازت حاصل کرلی گئی تب تو قربانی درست ہوجائے گی ورنہ دوسرے حصہ داروں کی قربانی بھی صحیح نہ ہوگی، ہاں اگر اس کی طرف سے قربانی کرکے ثواب پہنچانا چاہے تو اس کی اجازت کی ضرورت نہیں دوسرے کی طرف سے واجب قربانی اداہونے کیلئے اس کی اجازت شرط ہے۔ (22) اگر قربانی کے تین دنوں میں خرید کر جانور کو قربانی کیلئے متعین کردیا گیا ہو اب اس کے بدلے میں دوسرا جانور اتنی ہی قیمت سے خرید کر قربانی کرنا بھی مکروہ ہے اور اگر اسے کم قیمت پر خریدا ہو تو باقی رقم صدقہ کرے۔ (23) قربانی خریدتے وقت قربانی کی نیت کی مگر ذبح بغیر نیت کے کردیا تو قربانی ہوجائیگی خریدتے وقت جو نیت تھی وہی کافی ہے۔ (24) اگر جانور کا فروخت کرنے والا اس کی عمر پوری بتلاتا ہے اور ظاہری حالات اس کے بیان کو جھٹلاتے نہیں تو اس کا اعتبار کرلینا جائز ہے۔ (25) حاملہ جانور کی قربانی درست ہے، البتہ جو جانور بچہ دینے کے قریب ہو اس کو ذبح کرنا مکروہ ہے۔ (26) قربانی کرنے والے نے ذبح کرنے والے کے ساتھ چھری ہاتھ میں پکڑی اب ذبح کے وقت ان دونوں میں سے اگر ایک نے بھی دانستہ بسم اللہ چھوڑ دی تو جانور حرام ہو جائے گا۔ (27) کسی نے میت کو ثواب پہنچانے کیلئے اپنے مال میں سے قربانی کی تو اس گوشت میں سے کھانا اور کھلانا تقسیم کرنا سب درست ہے، اگر میت کی وصیت پر اس کے ترکہ میں سے قربانی کی گئی ہو تو اس قربانی کے تمام گوشت وغیرہ کا خیرات کردینا واجب ہے۔ (28) قربانی کی کھال اور گوشت وغیرہ سے قصاب کو اجرت دینا منع ہے۔ (29) ایسے دبلے کمزور جانور کی قربانی ناجائز ہے جس کی ہڈی میں گودا نہ رہا ہو اگر اتنا کمزور نہ ہو تو جائز ہے۔ (30) بعض لوگ چرم قربانی کی قیمت بیوہ عورتوں کو دے دیتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ ان کے پاس سونا چاندی کا زیور یا نقدی تو بقدر نصاب نہیں ہے، اسی طرح یہ دستور ہے کہ اس کی قیمت کو بہنوں وغیرہ کا حق سمجھا جاتا ہے اور مالدار بہنوں بیٹیوں کو دے دیتے ہیں یہ درست نہیں البتہ بیوہ عورت یا بہن اگر غریب ہو تو اس کو دے سکتے ہیں۔

جمع کردہ: مولوی محمد علی اسعد سرگودھا

زادِ راہ

مورخہ ۲۶؍شوال المکرم ۱۴۲۷ھ بروز اتوار حضرت مولانا سعید احمد صاحب جامعہ حقانیہ میں تشریف لائے اور درجہ تخصص کے طلبہ سے مختصر خطاب فرمایا جو افادۂ عام کیلئے پیش خدمت ہے (ادارہ)

نحمدہ ونصلّی علی رسولہ الکریم:

میں آپ سے کیا بات کروں! آپ حضرات کے اندر جو جذبہ ہے اور دین کی جس طلب سے آپ آئے ہیں میرے اندر تو وہ طلب ہی نہیں لیکن میں آپ سے کچھ باتیں کرتا ہوں جن سے مجھے نفع ہوا۔

میں جب لکھنؤ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، جب انہوں نے مجھے سند حدیث دی تو فرمایا ''یہ جو میں تمہیں سند دے رہا ہوں دنیا کی تمام سندوں اور ڈگریوں سے بڑھ کر ہے'' حقیقت بھی یہی ہے کہ اس کے سامنے دنیا کی تمام ڈگریاں ہیچ ہیں، اگر نیت بھی صحیح ہو اور محنت بھی کریں تو اب بھی فائدہ ہوگا اور مستقبل میں بھی، مستقبل سے مراد صرف زندگی کے آنے والے سال نہیں بلکہ ان شاء اللہ آخرت بھی ہماری ہوگی۔

میں ندوہ کے دفتر میں بیٹھا تھا اور حضرات بھی تھے افطاری کرنا تھی، پاس ہی ایک بچہ کوئی سبق یاد کررہا تھا، میں نے سوچا کہ اس کا بھی روزہ ہوگا، اس نے بھی افطاری کرنا ہوگی، کیونکہ بچہ کوئی چھوٹا نہیں تھا پندرہ سولہ سال کا تو ہوگا، وہاں چونکہ اساتذہ بھی موجود تھے، وہ بلاتے، مجھے تو بلانے کا حق نہیں پہنچتا تھا کیونکہ میں خود مہمان تھا، افطار کے وقت وہ اٹھا، نلکے سے پانی پیا اور روزہ افطار کرلیا اور پھر آ کے اپنا سبق یاد کرنے لگا، مغرب کی نماز پڑھ کر پھر یاد کرنے لگا، میں نے اس سے پوچھا بیٹا! آپ نے کھانا بھی نہیں کھایا اور کوئی ڈھنگ سے روزہ بھی افطار نہیں کیا، آپ کو بھوک تو لگی ہوگی؟ اس نے کہا! بھوک تو لگ رہی ہے لیکن میں ندوہ کا نمک کھاتا ہوں تو جب تک سبق یاد نہ ہو میرے لئے کھانا جائز نہیں ہے، میں اس کی بات سن کر خاموش ہوگیا، اب میں اسے کیا کہتا، اس نے جواب ہی ایسا دیا، عشاء کے بعد اس نے کھانا کھایا، کوئی بات ہوگی میں نے بھی پہلے نہیں کھایا تھا، میں نے اس وقت کھایا اس نے بھی کھایا، میں نے پوچھا سبق یاد ہوگیا؟ اس نے کہا یاد ہوگیا اور میں استاد کو سنا کر آیا ہوں، میں نے پوچھا اب آپ کیلئے کھانا جائز ہوگیا؟ وہ ہنس پڑا، ظاہر ہے کہ اس کیلئے کھانا جائز تھا، میں نے سوچا جہاں ایسے تقوے والے حضرات ہوں وہ مدارس کبھی ختم نہیں ہوسکتے، یہ صلاحیت سب کے بس میں ہے یعنی اختیاری ہے۔

ہم نے بہت سے استعداد والے ساتھی دیکھے ہیں ان میں بعض ایسی چیزیں پیدا ہو جاتی ہیں جو آکاس کی بیل کی طرح ان کو گھول دیتی ہیں، آکاس کی بیل مختلف رنگوں میں ظاہر ہوتی ہے، آکاس کی بیل کا ایک رنگ ضرورت سے زائد تعلقات رکھنا ہے، اس کا حال پوچھنا ہے، اُس کو فون کرنا ہے، اُس کو خط لکھنا ہے، جن کے تعلقات زیادہ ہوتے ہیں ان کے کام میں برکت نہیں رہتی، تعلقات زیادہ ہوں تو دوسروں کے دل میں جو جذبات ہیں ان کا اثر پڑتا ہے اور ظلمات غالب ہیں۔

دوسرا رنگ یہ ہے کہ بعض لوگ بہت سے شعبے کھول لیتے ہیں، پہلے کتابیں پڑھیں پھر قراءت پڑھ لی، اب تخصص کرلیں، کچھ دن فتاویٰ شامیہ کا مطالعہ کرلیا، اب میٹرک کر لیتے ہیں اس کا بھی بہت فائدہ ہے، میٹرک کرلی یا نہیں اب مدرسہ بنالیتے ہیں۔

ضرورت سے زائد چیزیں اپنے پاس نہ رکھیں، ضرورت سے زائد چیزوں سے راحت نہیں ہوتی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے، یہاں قالین کی ضرورت ہے قالین رکھو، صوفہ کی ضرورت ہے صوفہ رکھو، ضرورت ہے تو رکھو، اگر ضرورت نہیں صوفہ بھی رکھ دیا، بیڈ بھی رکھ دیا، اب ایک کلاک کی ضرورت ہے اُدھر بھی لگا دیا اِدھر بھی لگا دیا، پانچ کلاک ایک کمرے میں لگا دیئے اب ذمہ داری بڑھ گئی، ہر ایک کی فکر ہوگی اِس کو چابی دو، اُس میں سیل ڈالو، اس لئے جب ایک کلاک کی ضرورت ہے تو ایک کلاک رکھو۔

ایک صاحب نے حضرت سے کہا، اس نے یہ کیا، اس نے یہ کیا، حضرت نے فرمایا تمہاری توجہ تو بس نماز اور پڑھائی کی طرف ہو یہ پتہ نہ ہو کہ دفتر میں کیا ہو رہا ہے؟ مطبخ میں کیا ہو رہا ہے؟ کون زندہ ہے کون مرگیا؟ طالب علم کی توجہ تو بس نماز اور پڑھائی کی طرف ہو۔

اب ہوتا یہ ہے کہ کئی شعبے شروع کرلیتے ہیں کسی میں بھی صحیح کام نہیں کرپاتے، سمجھ اس وقت آتی ہے جب بال سفید ہو جاتے ہیں، ساری زندگی لگ کر ایک کام کرلو اسی میں اللہ تعالیٰ نے اگر قبولیت رکھ دی تو ایسی خدمت کر جاؤ گے کہ امت اس کا احسان نہیں اتار سکے گی، علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فتح الباری لکھی، آپ حضرات جانتے ہی ہیں حدیث کی کتنی بڑی خدمت ہے، پچیس یا ستائیس سال انہیں اس کام میں لگ گئے، میں نے ایک کتاب میں پڑھا کہ جب ان کی وفات ہوئی تو جنازہ پر بارش ہوتی رہی قبر میں رکھنے تک، قاہرہ میں اور کسی مقام پر بارش نہیں تھی۔

میرے استاد تھے قاری عبدالرشید صاحب ان کا جلد ہی انتقال ہوگیا چالیس بیالیس سال کی عمر میں، میں نے دیکھا اس میں کوئی مبالغہ نہیں ہے بالکل حقیقت ہے کہ ان کے جنازے پر بارش ہوتی رہی

لاہور میں کسی اور جگہ بارش نہیں تھی، ان کی قبر پر مٹی ڈالنے تک بارش ہوتی رہی، قاری عبدالرشید صاحب بہت بڑے مناظر تھے، اہلحدیث بریلوی کوئی بھی ان کے سامنے ٹھہر نہیں سکتا تھا، وہ خود کسی مسجد میں چلے جاتے نماز پڑھتے اور ان کو کہتے کہ آپ نے پچھلے جمعہ پر یہ کہا تھا، تو اس طرح ان سے بات شروع کر دیتے، میں نے سوچا کہ مناظرہ سے تو دل سخت ہو جاتا ہے۔

حضرت مولانا منظور احمد نعمانی صاحب رحمہ اللہ نے جب حضرت رائے پوری رحمہ اللہ سے بیعت کی تو پوچھا مناظرہ کرلیا کروں؟ حضرت نے فرمایا! مناظرہ نہ کرو اس سے دل سیاہ ہو جاتا ہے۔

حضرت قاری عبدالرشید صاحب نے مجھے اپنا ایک خواب سنایا اور فرمایا اس کی تعبیر کیا ہے؟ میں نے عرض کیا فرمایئے، قاری صاحب نے فرمایا! میں نے خواب دیکھا کہ جنت میں حضرت نفیس شاہ صاحب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا تعارف کرایا کہ یہ عبدالرشید ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! ہم تو اسے پہلے سے جانتے ہیں، ایک ہفتے کے اندر ان کا انتقال ہو گیا، ان کا جنازہ حضرت نفیس شاہ صاحب نے پڑھایا، تو میں نے سوچا کہ اتنے بڑے مناظر تھے پھر یہ کیسے؟ تو بات یہ ذہن میں آئی کہ ان کی نیت درست ہوگی، باتیں تو اور بھی ہو سکتی ہیں۔

پھر مولانا نے دعا فرمائی اور اس کے بعد فرمایا:

آ کاس کی بیل کا ایک رنگ، ایک بیماری، ایک مار، ایک پھٹکار جس کو میں بہت برے لفظوں سے یاد کرتا ہوں وہ یہ کہ ہمارے مدارس کے طلبہ کسی سے بیعت نہیں کرتے، سو، دو سو لڑکے دورے سے فارغ ہوتے ہیں لیکن ان میں بمشکل بیس تیس ایسے نکلتے ہیں جنہوں نے کسی سے بیعت کی ہو یا کسی سے ان کا تعلق ہو، سمجھ میں آئے نہ آئے بیعت کرلو، جس سے مناسبت ہو ضرور تعلق رکھو۔

....

فرض حج نہ کرنے پر وعید

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس کے پاس کھانے پینے اور سواری کا اتنا سامان ہو کہ وہ شخص بیت اللہ شریف تک جا سکے اور پھر وہ حج نہ کرے تو کچھ بعید نہیں کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے (نعوذ باللہ)

حافظ محمد سمیع اللہ فراز صاحب

تزکیۂ نفس

(دوسری وآخری قسط)

(۴) حبِّ دنیا

تزکیہ میں ایک اور بڑی رکاوٹ دنیا کی محبت ہے، حضرت جندب فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی پر آرام فرما تھے، پہلوئے مبارک پر چٹائی کے نشان دیکھ کر رونے لگے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وجہ پوچھی تو عرض کیا کہ مجھے قیصر و کسریٰ اور ان کے سامان وآسائش یاد آنے لگے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور حال یہ ہے کہ پہلو پر چٹائی کے نشانات پڑے ہوئے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں کو ان کے حصہ کی نعمتیں دنیا میں ہی دے دی گئی ہیں اور ہمارے حصہ کی نعمتیں آخرت کے لئے محفوظ ہیں۔

دنیا کی حقیقت اس فرمانِ الٰہی سے واضح ہے، فرمایا انّما مثل الحیوۃ الدنیا کماء انزلنٰه من السّماء فاختلط به نبات الارض ممّا یأکل النّاس والانعام ؕ حتّٰی اذا اخذت الارض زخرفها وازّینت وظنّ اهلها انّهم قٰدرون علیها ۙ اتٰها امرنا لیلا او نهارا فجعلنٰها حصیدا کأن لّم تغن بالامس ؕ کذٰلك نفصّل الاٰیٰت لقوم یّتفکّرون o

دنیا کی زندگی کی حالت تو بس ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان کی جانب سے پانی نازل کیا پھر اس پانی سے زمین کی نباتات جس کو آدمی اور چوپائے کھاتے ہیں خوب گنجان ہو کر بڑھی یہاں تک کہ جب زمین نے خوب اپنی رونق حاصل کر لی اور وہ خوب آراستہ ہو گئی اور زمین کے مالکوں نے یہ سمجھ لیا کہ وہ اس کھیتی پر پوری دسترس رکھتے ہیں تو اسی حال میں رات یا دن کو اس پر ہمارا عذاب پہنچ گیا، پھر ہم نے اس پیداوار کو کاٹ کر ایسا کر دیا گویا کل وہاں کچھ ہی نہ تھا، ہم اس طرح اپنی نشانیاں ان لوگوں کے لئے تفصیل سے بیان کرتے ہیں جو غور و فکر کیا کرتے ہیں۔

مذکورہ بالا چار بڑی بیماریوں کے علاوہ غصہ پر کنٹرول، حسد سے اجتناب، کثرتِ کلام اور فضول گوئی سے بچاؤ جیسی قبیح بیماریاں بھی تزکیۂ نفس کے راستے میں رکاوٹ ہوتی ہیں، ان پر قابو پانا تزکیۂ نفس کے حصول کا اہم ذریعہ ہے۔

تزکیۂ نفس کے حصول کا عملی طریقہ

تزکیۂ نفس کے لیے سب سے پہلے اپنے دل کو تمام تر غلاظتوں سے پاک کرنا پڑے گا، اس کو اس طرح صیقل کردیں کہ اس میں کوئی دوسری چیز نہ ہو اور یہ آئینہ کی مانند ہو جائے۔

علامہ رومی بیان فرماتے ہیں کہ رومیوں نے دعویٰ کیا کہ ہم زیادہ کاریگر ہیں، چینیوں نے کہا کہ ہم زیادہ کاریگر ہیں، بادشاہِ وقت نے دونوں کے نمائندہ افراد کو ایک بڑے ہال میں جمع کیا اور درمیان میں ایک دیوار حائل کروادی اور کہا کہ ایک حصہ تم اپنی کاریگری کے جوہر دکھاؤ اور ایک تم، چنانچہ چینیوں نے اپنے حصہ میں بیل کاری کے ناقابل مثال نمونے نقش کردیے جبکہ رومیوں نے اپنے حصہ کی دیوار کو صاف کر کے اس پر شیشہ کا صیقل کر دیا، جب دیوار ہٹائی گئی تو چینیوں کے نقش کیے ہوئے تمام بیل بوٹے رومیوں کی دیوار میں اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ ظاہر ہو گئے، بادشاہ نے کہا کہ رومی جیت گئے کہ ان کی صنعت نے چینیوں کی صنعت کو بھی چھین لیا، اس کے بعد لکھتے ہیں کہ ؎

ستم است گر ہوست کشد کہ بسیر و سرو و چمن درآ
تو نہ غنچہ کم نہ دمیدۂ ای دردل کشا بچمن درآ

(بڑے ستم کی بات ہے کہ دنیا کی رنگینیوں پر فریفتہ ہو کر کبھی اس باغ میں کبھی اس چمن میں، تو اگر دل کو مانجھ لے تو یہ ساری پھول پتیاں گھر بیٹھے تجھے دل میں نظر آئیں گی)

چنانچہ نفس کو پہلے تمام دنیوی آلائشوں سے پاک کیا جائے پھر عکسِ خداوندی اس میں پیدا کرنے کی کوشش کی جائے، اس کے لیے اول تو بیان شدہ نقائص سے خود کو پاک کیا جائے پھر مندرجہ ذیل امور کا اہتمام کیا جائے:

(۱) اخلاص

خالص اس شے کو کہتے ہیں جس میں کسی دوسری جنس کی آمیزش نہ ہو، اصطلاحِ شرع میں اخلاص سے مراد یہ ہے کہ عبادت اور عادت ہر دو میں محض حق تعالیٰ کی ذات مقصود ہو۔

تابعی حامد لفاف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کی ہلاکت کا ارادہ فرماتے ہیں تو اسے تین چیزوں میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

(۱) اسے علم عطا فرماتے ہیں مگر اہل علم جیسے اعمال سے محروم رکھتے ہیں۔

(۲) اسے نیک لوگوں کی ہم نشینی نصیب فرماتے ہیں مگر ان کی حق شناسی سے کورا رکھتے ہیں۔

(۳) نیک اعمال کا دروازہ اس پر کھولتے ہیں مگر اخلاص سے بے بہرہ رکھتے ہیں (تنبیہ الغافلین)

(۲) فکر موت

رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "لذتوں کو توڑنے والی چیز یعنی موت کا کثرت سے ذکر کیا کرو" (ترمذی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اگر جانوروں کو موت کا اتنا علم ہو جتنا بنی آدم کو ہے تو تمہیں کوئی جانور فربہ اور موٹا تازہ کھانے کو نہ ملے" (بیہقی)

فکر کا طریقہ یہی ہے کہ ہم اکثر اوقات خلوت میں بیٹھ کر قلب کو خالی کر کے توجہ اور عزم کے ساتھ موت اور اس کے بعد کی ہولناکیوں کو یاد کریں، پھر اپنے اعمال کا محاسبہ کریں کہ کیا وہ اس قابل ہیں کہ وہ ہمیں ان ہولناکیوں میں نجات دلا سکیں۔

(۳) توبہ نصوح

حضرت ابوبکر واسطی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ جلد بازی نہ کرنا ہر کام میں اچھا ہے سوائے تین باتوں کے اول نماز میں جب کہ مستحب وقت ہو جائے، دوسرے میت کے دفن میں اور تیسرے گناہ ہو جائے تو توبہ کرنے میں (تنبیہ الغافلین)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ یاایھا الذین امنوا توبوا الی اللّٰہ توبۃ نصوحا کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ توبہ نصوح یہ ہے کہ دل سے اپنے گناہ پر ندامت ہو، زبان سے استغفار کرے اور عزم ہو کہ کبھی بھی آئندہ نہ کروں گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زبان سے استغفار کرنے والا اور گناہوں پر اصرار کرنے والا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مذاق کرنے والے کی مانند ہے۔

....

دعاء مغفرت کی درخواست

محترم جناب مشتاق احمد صاحب چک نمبر 335/w-b کے عم محترم صوفی حبیب اللہ صاحب ۷ رشوال المکرم ۱۴۲۷ھ کو انتقال کر گئے، انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

قارئین الحقانیہ سے ان کیلئے دعاء مغفرت کی درخواست ہے۔

یادرفتگاں فقیہ العصر حضرت مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

مولانا محمد یعقوب نانوتوی قدس سرہ

حسن صورت اور عادات (دوسری وآخری قسط)

آپ کی طبیعت میں بہت جلال تھا عبادت وریاضت سے جذب کی سی کیفیت بھی طاری رہتی تھی اورسلوک کی بھی، آپ مجذوب سالک تھے آپ بہت خوش خلق، خوش وضع، خوش لہجہ، خوش گفتگو، خوش پوشاک تھے اور حسین بھی ایسے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ شہزادہ ہیں، باوجودیکہ آپ متمول گھرانے میں پیدا ہوئے تھے اور زندگی ہر طرح کی فارغ البالی میں گذرتی تھی لیکن پھر بھی سادگی کا یہ حال تھا کہ ایک دفعہ دیکھا گیا کہ آپ کے پائجامہ میں کمر بند کی جگہ بان ڈلا ہوا تھا۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کے دریافت فرمانے پر فرمایا کہ کمر بند تلاش کرنے سے ملا نہیں اس لئے بان ڈال لیا، حضرت گنگوہی نے فرمایا میرا کمر بند لنگی (کھونٹی) پر سے لے کر ڈال لو، آپ نے کمر بند جو دیکھا تو اس میں روپیہ بھی بندھا ہوا تھا حضرت گنگوہی رحمہ اللہ سے فرمایا کہ اس میں تو روپیہ بھی بندھا ہوا ہے، فرمایا کہ مع روپیہ کے کمر بند آپ کی نذر ہے چنانچہ آپ نے روپیہ لے لیا اور کمر بند پائجامہ میں بلا تکلف ڈال لیا۔

بے تکلفی ایک مرتبہ حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کھانا کھا رہے تھے آپ بھی تشریف لے آئے حضرت گنگوہی اپنے ہاتھ میں کا ٹکڑا آپ کو دیکر گھر میں سے اور کھانا لینے کے واسطے چلے گئے آپ نے بلا تکلف وہ ٹکڑا کھانا شروع کر دیا، حضرت تھانوی نے فرمایا کہ ان سب حضرات کا آپس میں ایسا برتاؤ تھا کہ یہ پتا نہیں چلتا تھا کہ ان میں کون بڑا ہے، مثل صحابہ رضی اللہ عنہم کے آپس میں بے تکلف اور جاں نثار تھے، ہر شخص دوسرے کو اپنے سے بڑا سمجھتا تھا۔

تواضع اور منکسر مزاجی دیوبند کے تین کوس موضع املیا کے ایک شخص نے طلباء کے ساتھ آپ کی بھی آموں کی دعوت کی مگر سواری نہیں لایا آپ پیدل تشریف لے گئے، جب چلنے لگے تو اس نے بہت سے آم گھر لے جانے کیلئے دیے مگر پہنچانے کیلئے کوئی شخص ہمراہ نہ تھا مولانا نے اپنے حصہ کے آم اپنے کپڑے میں باندھ لئے اور بغل میں لے کر چلدیے، ایک طرف کی بغل تھک گئی تو دوسری طرف لے لیا بار بار کروٹیں بدلتے ہوئے دیوبند پہنچے تو ہاتھ زیادہ تھک گئے تھے، مولانا نے اس گٹھڑی کو سر پر رکھ لیا اور فرمایا کہ بھائی یہ ترکیب پہلے سے سمجھ میں نہیں آئی اس وقت حالت یہ تھی کہ مولانا کو دونوں طرف سے بازار میں سلام ہو رہا تھا اور مولانا جواب دیتے

جاتے تھے، اس حالت میں مولانا کو ذرا بھی تغیر نہ تھا، سبحان اللہ کیا تواضع ہے نفس ان حضرات میں تھا ہی نہیں۔

بیعت وخلافت

آپ صاحب نسبت بزرگ اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب تھانوی مہاجر مکی (متوفی ۱۳۱۷ھ) کے مُجاز اور ارشد خلفاء میں سے تھے، حضرت حاجی صاحب رشتہ داری کی وجہ سے اکثر نانوتہ تشریف لے جایا کرتے تو مولانا محمد قاسم صاحب اور مولانا محمد یعقوب صاحب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے، کتابوں کی جلد بندی بھی حضرت حاجی صاحب سے ہی ان دونوں صاحبوں نے سیکھی تھی، اپنی لکھی ہوئی کتابوں کی جلدیں باندھ لیتے تھے حضرت حاجی صاحب رسالہ ''وحدۃ الوجود'' میں فرماتے ہیں ''مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم ومولوی رشید احمد صاحب ومولوی محمد یعقوب صاحب ومولوی احمد حسن صاحب (امروہی) وغیرہم از عزیزان فقیر ند وتعلق بافقیر دارند'' اور حاشیہ ضیاء القلوب میں تحریر فرماتے ہیں ''وہمچنیں عزیزم مولوی محمد یعقوب صاحب نانوتوی .... را دانند کہ اوشاں نیز مجاز اند'' مطلب یہ کہ حضرت حاجی صاحب فرما رہے ہیں کہ مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی کو بھی ایسا ہی سمجھو کیونکہ وہ بھی میرے مُجاز ہیں۔

کشف آپ بڑے صاحب کشف بھی تھے اور اکثر مکاشفات آپ کے صحیح ہوتے تھے پھر لطف یہ ہے کہ اپنے مکاشفات کا اخفاء نہیں فرماتے تھے بلاتکلف سب کے سامنے خوب صاف صاف بیان فرمادیا کرتے تھے، بہت بے تکلف اور صاف طبیعت تھے۔

ظرافت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں مولانا جب کسی کو پیٹتے تھے تو ایسی ایسی مزہ دار باتیں غصہ میں فرماتے تھے کہ دوسرے کو بے اختیار ہنسی آتی تھی، کوئی طالب علم اگر کہتا کہ اللہ کے واسطے نہ ماریئے، تو فرماتے ہاں اللہ ہی کے واسطے مارتا ہوں ایسے مفسدوں کو سزا دینے کیلئے اللہ ہی نے حکم فرمایا ہے، وہ کہتا رسول کے واسطے نہ ماریئے، فرماتے ہاں رسول ہی کے واسطے مارتا ہوں، انہوں نے حکم فرمایا ہے کہ ایسے مفسدوں کو سزا دو، مولانا بڑے ذکی تھے ہر بات کا خوب جواب دے دیتے تھے، مولانا کے سبق میں بڑا لطف آتا تھا ایسی ایسی باتیں فرمایا کرتے تھے، سبحان اللہ! کیا لوگ تھے، مولانا بڑے ظریف تھے فرماتے تھے ''آج کل کے بعض مولوی فوجیوں سے کم نہیں وہ پلٹن اور رسالہ سے لڑتے ہیں یہ کتاب اور رسالہ سے'' مولانا ایک ہندو مصنف کو جن کے پلک اور بھنوؤں وغیرہ پر بھی بالکل بال نہ تھے فارغ البال کہا کرتے تھے۔

ریاضی میں اعلیٰ درجہ کا دخل حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب رحمہ اللہ کو باوجود محدث ومفسر ہونے کے ریاضی میں اعلیٰ درجہ کا دخل تھا، سرکاری مدارس کے مدرسین لاینحل

اشکالات مولانا سے حل کرانے آجایا کرتے تھے، مولانا وضو کرتے ہوئے اوقلیدس ومساحت کے سوالات بے ساختہ حل کرتے جاتے تھے اگر کسی ادنیٰ طالب علم نے بھی کسی غلطی کی طرف توجہ دلائی تو فوراً اقرار فرما لیتے تھے کہ ہاں بھائی میری غلطی تھی، جب کتاب کا کوئی مقام سمجھ میں نہیں آتا تھا تو بلاتکلف اپنے ماتحت مدرسین میں سے کسی کے پاس کتاب لے کر بیٹھ جاتے تھے اور جو بات سمجھ میں نہ آتی تھی اس کو پوچھ لیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اول مرتبہ ہی میں جہاں تک میرا ذہن پہنچنا ہوتا ہے پہنچ جاتا ہے اگر نہیں پہنچتا تو سمجھ لیتا ہوں کہ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئے گی۔

وسعت مطالعہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا ''ہمارے بعض حضرات کی نظر بہت وسیع تھی جیسے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کہ وہ فرماتے تھے کہ ایک ہزار کتابیں میں نے دیکھی ہیں، مولانا ہر وقت کتابیں دیکھا کرتے تھے اور ذکی اس قدر تھے کہ کوئی گھنٹہ دو گھنٹہ چادر اوڑھ لے تو اس کو سونگھ کر بتا دیتے تھے کہ مرد نے اوڑھی ہے یا عورت نے''۔

حزم واحتیاط مولانا نے تسخیر وحب کا عمل بھی محض اس لئے سیکھ لیا تھا کہ آپ کو ہر چیز کے جاننے کا شوق تھا، عمل کرنے کے واسطے نہیں سیکھا تھا لیکن جب آپ کو عامل نے اس کی یہ خطرناک تاثیر بتلائی کہ ایک بار ا میرزادی پر اس عمل کا امتحان کیا گیا تھا تو اس عمل سے وہ میرے پاس آ گئی تو یہ سن کر مولانا گھبرا گئے، فرمایا مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ نفس کا کیا اعتبار ہے نہ معلوم کس وقت وہ بدل جائے اس لئے میں نے اس عمل کو ذہن سے بھلانے کی کوشش کی یہاں تک کہ اب اس کا ایک لفظ بھی یاد نہیں۔

مقام ناز مولانا کو ایک دفعہ کسی حالت میں رقم کی ضرورت تھی حق تعالیٰ سے دعا کی تو روپیہ مل گیا پھر خواب میں جنت کا محل دیکھا حاضرین سے پوچھا یہ کس کا محل ہے، انہوں نے مولانا کا نام بتایا مگر دیکھتے ہیں کہ اس کا ایک کنگرا ٹوٹا ہوا ہے، مولانا کے دریافت کرنے پر جواب ملا کہ انہوں نے دنیا میں مانگ لیا ہے، خواب سے بیدار ہو کر حق تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ حضور اگر جنت کے کنگرا ہم کو یہاں ملنے لگیں تو ہم سارا محل ہی کھا جائیں گے، آپ کے یہاں کیا کمی ہے یہاں الگ دیجئے اور وہاں الگ دیجئے، مولانا مقام ناز میں تھے اس لئے حق تعالیٰ سے ایسی باتیں کرلیا کرتے تھے۔

درس مثنوی شریف جس زمانہ میں آپ دارالعلوم دیوبند میں صدر مدرس تھے تو طلبہ نے مثنوی مولانا روم پڑھنے کا اشتیاق ظاہر کیا لیکن مولانا رفیع الدین صاحب مہتمم دارالعلوم نے یہ کہہ کر منع فرمادیا کہ مولانا کو دیوبند میں رہنے دو ورنہ یہ اپنے آپ سے باہر ہو کر یہاں سے جنگلوں میں بھاگ جائیں گے۔

تصنیفات آپ کے ستر خطوط جو آپ نے اپنے مرید منشی محمد قاسم نیانگری کو بارہ سو ترا سی ہجری سے ۱۳۰۱ھ کے درمیان لکھے ہیں ان میں تصوف و طریقت اور شریعت کے بے شمار رازہائے سربستہ کو منظر عام پر پیش فرما کر امت اسلامیہ پر بڑا احسان فرمایا، جابجا معرفت اور شریعت کے مسائل پر روشنی ڈالی ہے جو اہل علم کیلئے سرمۂ بصیرت ہے اور بہت سے فقہی مسائل سے پردہ اٹھایا ہے، انہی مطبوعہ خطوط کے ساتھ آپ کی بیاض یعقوبی بھی طبع ہوئی اور سوانح قاسمی کے نام سے آپ نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ کی زندگی کا ایک بہترین خاکہ بھی مرتب کیا ہے جس سے مختصر طریقہ پر حضرت مولانا نانوتوی رحمہ اللہ کے حالات زندگی کا نقشہ آنکھوں کے سامنے کھنچ جاتا ہے۔

شاعری بیاض یعقوبی میں آپ کے عربی، اردو، فارسی کے اشعار ہیں جن سے یہ امر قاری کے ذہن میں منقش ہو جاتا ہے کہ آپ ادب میں مختلف اصناف کے جامع اور بڑے صاحب ذوق ادیب ہیں، آپ کے اشعار میں بڑی جان، صفائی اور سادگی کے ساتھ بڑی روانی اور سلاست ہے، بیاض یعقوبی میں ایک قصیدہ میمیہ بھی ہے جو کہ دو سو پینتالیس اشعار پر مشتمل ہے، یہ قصیدہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی سچی اور والہانہ محبت و عشق کا نتیجہ ہے۔

حکمت یونانی اس بیاض یعقوبی میں آپ کے بہت سے نسخے بھی موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ آپ بہت بڑے حاذق طبیب بھی تھے اور دارالعلوم میں بھی آپ طلبہ کو طب یونانی کی کتابیں پڑھایا کرتے تھے چنانچہ ۱۲۹۵ھ کی روداد کے اخیر میں جہاں ایک اعلان میں اس کی خبر دی گئی ہے کہ دینی علوم کے ساتھ ساتھ دارالعلوم میں طب یونانی کے پڑھانے کا انتظام بھی کیا گیا ہے، گویا آپ حکمت ایمانی، علوم دینیہ کے ساتھ حکمت یونانی طب کی تعلیم بھی دیتے رہے۔ اور اسی طرح بیک وقت آپ انسانوں کے جسم اور روح دونوں کی تربیت اور خدمت میں مشغول تھے رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

وفات آپ شب شنبہ (ہفتہ) یکم ربیع الاول ۱۳۰۲ھ بمرض ہیضہ مبتلا ہوئے اور شب دوشنبہ (سوموار) ۳/ربیع الاول ۱۳۰۲ھ تقریباً ایک بجے وفات پائی، آپ کی قبر مبارک آپ کے وطن نانوتہ ہی میں لب سڑک سہارنپور باغ نو میں واقع ہے، اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ۔

(بشکریہ ترجمان اسلام ستمبر ۱۹۶۸ء)

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

احد عشر کوکبا

حضرت حکیم الاسلام کے اساتذہ کرام ومشائخ عظام

۱۵/۱۶/۱۷ نومبر ۲۰۰۶ء دارالعلوم دیوبند وقف میں حضرت اقدس حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمی معمار ثالث دارالعلوم دیوبند کی عظیم عبقری اور رعائی شخصیت پر ایک عالمی سیمینار منعقد ہوا جس میں دنیا بھر سے آنے والے معزز علماء کرام اور مہمانان گرامی قدر نے شرکت کی اور اپنے قیمتی خیالات کا اظہار کیا اور موضوع سے متعلق مقالات پڑھے، مدیر الحقانیہ نے بھی اس سیمینار کیلئے ایک مقالہ بعنوان "حضرت حکیم الاسلام کے اساتذہ کرام ومشائخ عظام" تحریر کیا تھا، احباب کے اصرار پر اس کی تلخیص قارئین الحقانیہ کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے، پورا مقالہ ان شاء اللہ تعالیٰ الگ طبع ہوگا (ادارہ)

(۱) شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ

ولادت: ۱۲۶۸ھ ۱۸۵۱ء وفات: ۱۳۳۹ھ ۱۹۲۰ء

مولانا محمود حسن ۱۲۶۸ھ ۱۸۵۱ء میں بریلی میں پیدا ہوئے جہاں ان کے والد مولانا ذوالفقار علی ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے، انہوں نے فارسی کی سب کتابیں اور عربی کی ابتدائی کتب اپنے چچا سے پڑھیں۔

۱۲۸۳ھ میں دارالعلوم دیوبند قائم ہوا تو مولانا محمود حسن دارالعلوم کے سب پہلے طالب علم تھے، انہوں نے کتب صحاح ستہ اور بعض دیگر کتابیں مولانا محمد قاسم بانی دارالعلوم سے پڑھیں، ۱۲۹۰ھ ۱۸۷۳ء میں تحصیل علم سے فارغ ہوئے اور ۱۲۹۲ھ ۱۸۷۵ء میں بطور معین مدرس دارالعلوم میں پڑھانے لگے۔

۱۳۰۵ھ میں مولانا محمود حسن رحمہ اللہ دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس مقرر ہوئے، انہوں نے اپنے تبحر علمی، فرض شناسی، ہمدردی اور دلسوزی سے اس کو دنیائے اسلام کی ایک مرکزی درسگاہ بنا دیا، ان کے زمانے میں ہندوستان کے علاوہ افغانستان، ترکستان اور انڈونیشیا تک کے طلبۂ علوم دینیہ دارالعلوم دیوبند کی تعلیم وتربیت سے مستفید ہوئے۔

آپ ریشمی رومال تحریک کے بانی اور سربراہ تھے، اس سلسلہ میں آپ نے ایک منظم پروگرام دیا، حجاز کا سفر بھی فرمایا لیکن جب آپ مکہ معظمہ پہنچے تو شریف حسین نے ترکوں کے خلاف بغاوت کردی تھی، شریف حسین نے حکم دیا کہ مولانا محمود حسن کو گرفتار کرلیا جائے، اس گرفتاری میں انگریزوں کا مشورہ بھی شامل تھا کیونکہ وہ حجاز میں مولانا کی سرگرمیوں کو بڑی تشویش سے دیکھ رہے تھے، چنانچہ انہیں ۲۲ صفر ۱۳۳۵ھ کو

حراست میں لے کر جدہ پہنچا دیا گیا اور وہاں انگریز حکام کے حوالے کر دیا گیا، قاہرہ میں ان سے پوچھ گچھ ہوتی رہی، بالآخر وہ ۱۵ر فروری ۱۹۱۷ء کو مالٹا بھیج کر نظر بند کر دیئے گئے۔

مولانا محمود حسن نے مالٹا میں قید و بند کا زمانہ نہایت عزم و ہمت اور صبر و استقلال سے گذارا، ان کا بیشتر وقت عبادت میں گذرتا تھا، انہوں نے یہیں قرآن مجید کا اردو ترجمہ مکمل کیا، اس اثناء میں ان کی رہائی کیلئے ہندوستان میں تحریک جاری تھی، آخر کار وہ تین برس دو ماہ کی نظر بندی کے بعد مالٹا سے ہندوستان روانہ کر دیئے گئے اور ۸ر جون ۱۹۲۰ء کو بمبئی پہنچنے پر رہا کر دیئے گئے اور وہ ۱۲ر جون ۱۹۲۰ء کو بخیر یت دیوبند واپس پہنچ گئے۔

ہندوستان پہنچنے کے بعد شیخ الہند کی صحت روز بروز گرنے لگی تھی، ڈاکٹر مختار احمد انصاری نے نہایت توجہ اور دلسوزی سے ان کا علاج کیا مگر شیخ الہند کی طبیعت سنبھل نہ سکی اور وہ ۳۰ر نومبر ۱۹۲۰ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور انہیں مولانا محمد قاسم بانی دارالعلوم دیوبند کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔

شیخ الہند کے حلقۂ درس سے سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں طالب علم فارغ التحصیل ہو کر نکلے، ان میں ممتاز ترین تلامذہ میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا محمد انور شاہ کشمیری، مولانا سید حسین احمد مدنی، مولانا محمد رسول خان ہزاروی، مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا شیر زمان ہزاروی، مولانا اعزاز علی امروہوی، مولانا مناظر احسن گیلانی رحمہم اللہ ہیں۔

ان کی تصنیفات میں ترجمہ قرآن مجید مع مفید حواشی سورۃ المائدہ تک اور بقیہ حواشی و فوائد مولانا شبیر احمد عثمانی نے لکھ کر پورے کئے، تقریر ترمذی عربی، حاشیہ سنن ابی داؤد (عربی) تراجم ابواب بخاری، حاشیہ مختصر المعانی، ایضاح الادلہ، شرح اوثق العری فی تحقیق الجمعۃ فی القری، جہد المقل فی تنزیہ المعز والمذل۔

آپ کو قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ سے بیعت کی اجازت تھی، بہت سے حضرات نے آپ سے روحانی فیض پایا اور بعض حضرات کو آپ نے خلافت بھی عطا فرمائی، آپ کے خلفاء میں مولانا سعید احمد چاٹگامی فاضل دیوبند، مولانا فقیر اللہ بانی جامعہ رشیدیہ جالندھر و ساہیوال، مولانا مفتی محمد سہول صاحب سابق استاذ و مفتی دارالعلوم دیوبند، مولانا عبدالرحمٰن ندوی سابق استاذ تفسیر ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

(۲) فخر المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری قدس سرہ

ولادت: ۱۲۶۹ھ ۱۸۵۲ء وفات: ۱۳۴۶ھ ۱۹۲۷ء

شیخ خلیل احمد کی ولادت صفر ۱۲۶۹ھ دسمبر ۱۹۵۲ء میں اپنے ننھیال نانوتہ میں ہوئی، آپ کے والد صاحب کا نام مجید علی اور والدہ کا مبارک النساء تھا، مبارک النساء استاذ العلماء علامہ مملوک علی نانوتوی کی

دختر نیک اختر تھیں۔

۱۲۸۳ھ میں جب آپ کی عمر تیرہ چودہ سال تھی دارالعلوم دیوبند کا قیام عمل میں آیا، آپ کے ماموں مولانا محمد یعقوب اس دارالعلوم کے صدر مدرس تھے انہوں نے آپ کو یہاں بلالیا جہاں آپ نے چھ ماہ تک تعلیم حاصل کی، پھر دیوبند سے آپ سہارنپور کے مدرسہ مظاہر علوم میں آ گئے اور یہیں علوم کی تکمیل کر کے فراغت حاصل کی، آپ کے اساتذہ میں مفتی سعادت علی، شیخ سخاوت علی امبٹھوی اور شیخ سعادت حسین بہاری رحمہم اللہ کے نام آتے ہیں، آپ کے خاص الخاص اساتذہ میں شیخ مظہر علی نانوتوی ہیں جن سے آپ نے حدیث کی تمام کتابیں پڑھیں اور ۸۶۔۱۸۸۵ء میں دورہ حدیث پڑھا، عربی ادب میں بھی مہارت حاصل کی۔

۱۲۹۴ھ میں حج کیا اور اپنے شیخ کے شیخ الحاج امداد اللہ مہاجر مکی کی زیارت کی، انہوں نے آپ کو بہت نوازا اور بیعت کی اجازت عطا فرمائی، حج کے بعد جب اپنے شیخ کی خدمت میں حاضری دی تو انہوں نے اس اجازت کی تصدیق کی اور خلافت سے نوازا اور رشاید آپ اپنے شیخ کے خلیفہ اول ہیں، آپ برابر ان سے استفادہ کرتے رہے۔

پہلے منگلور ضلع سہارنپور میں پانچ سال تک تدریس کی پھر بھوپال میں کام کرتے رہے، اسی دوران مفتی ریاست مولانا عبدالقیوم برہانوی سے حدیث کی سند حاصل کی، اسی دوران آپ نے پہلا حج کیا اور مدینہ منورہ کے قیام کے دوران شیخ عبدالغنی سے بھی حدیث کی سند حاصل کی، پھر اپنے ماموں مولانا محمد یعقوب کے ارشاد پر بہاولپور چلے گئے، وہ پورے ہندوستان میں مشہور اسلامی ریاست تھی، یہاں دس سال تک تدریس کی، یہاں بھی بڑے بڑے معرکے سر کئے اور دین کی بڑی خدمت کی، مناظرے بھی ہوئے اور غالب رہے، اسی دوران آپ نے ''ہدایات الرشید'' نامی کتاب لکھی، پھر مصباح العلوم بریلی میں ۱۳۰۶ھ سے ۱۳۰۸ھ دو سال تک تدریس کی۔

اپنے شیخ حضرت گنگوہی کے ارشاد پر دارالعلوم دیوبند میں ۱۳۰۸ھ میں تدریس میں حدیث کا آغاز کیا اور چھ سال تک پڑھاتے رہے، شیخ الہند مولانا محمود حسن بھی ان دنوں تدریس میں مشغول تھے، دونوں کے درمیان محبت والفت کا مضبوط رشتہ قائم تھا، ہر ایک دوسرے کی دل سے قدر کرتا تھا۔

۸؍جمادی الاخری ۱۳۱۴ھ میں مظاہر علوم میں صدر مدرس مقرر ہوئے اور ۱۳۳۶ھ میں آپ اس کے مدیر مقرر ہوئے اور اچھے اچھے علماء کو برائے تدریس مدرسہ میں لائے، ان میں مولانا محمد یحیٰی کاندھلوی اور ان کے فرزند شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا خاص طور پر قابل ذکر ہیں، آپ ۲۲ سال تک اس مدرسہ کے

صدرالمدرسین رہے اور ۶ سال تک مدیر، مدرسہ کی تعمیر وترقی میں اپنی تمام علمی وعملی او ذہنی صلاحیتیں لگا دیں، یہاں تک کہ مدرسہ اپنے وطن سے زیادہ عزیز اوراس کے اساتذہ اپنے رشتہ داروں سے زیادہ عزیز تھے۔

آپ کی تالیفات میں ہدایات الرشید، مطرقۃ الکرامۃ، تنشیط الآذان فی تحقیق محل الاذان، المہند علی المفند، براہین قاطعہ، اتمام النعم، بذل المجہود فی شرح سنن ابی داؤد ہیں۔

آپ ۱۳۴۴ھ میں ہجرت کی نیت سے مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور وہیں ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ میں انتقال فرمایا۔

آپ کے تلامذہ میں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا سید حسین احمد مدنی، مولانا بدر عالم میرٹھی، مولانا عبدالرحمٰن کاملپوری رحمہم اللہ وغیرہ ہیں۔

حضرت حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ پر آپ کی خاص شفقت وعنایت تھی چنانچہ حضرت نے آپ کو بطور خاص سہارنپور بلا کر حدیث کی اجازت سے مشرف فرمایا، حضرت حکیم الاسلام کو آپ سے خاص لگاؤ اور عقیدت تھی اس کی تفصیل حضرت حکیم الاسلام کے خطبات اور مواعظ میں دیکھی جا سکتی ہے۔

(۳) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت: ۱۲۸۰ھ ۱۸۶۳ء وفات: ۱۳۶۲ھ ۱۹۴۳ء

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۵/ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ کو ہوئی، آپ کے حسب نسب کا تعلق قصبہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر یوپی کے ایک مقتدر خاندان سے ہے، ابتدائی تعلیم میرٹھ میں حافظ حسین علی صاحب مرحوم دہلوی سے کلام پاک حفظ کرنے سے ہوئی، پھر تھانہ بھون آ کر حضرت مولانا فتح محمد صاحب تھانوی سے عربی اور فارسی کی ابتدائی اور متوسط کتابیں پڑھیں، اس کے بعد علوم دینیہ کی تکمیل کیلئے ذوالقعدہ ۱۲۹۵ھ کے اواخر میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے، ۱۳۰۱ھ میں آپ کی دستار بندی قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے دست مبارک سے ہوئی، اس وقت آپ کی عمر تقریباً ۲۰ سال تھی۔

دارالعلوم کے اساتذہ میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب کی توجہات خصوصی آپ کے اوپر مبذول رہیں، زمانہ طالب علمی میں جب کہ آپ کی عمر صرف ۱۸ سال تھی بطور مشغلہ ایک فارسی نظم مثنوی زیر و بم تحریر فرمائی جو آپ کی پہلی منظوم تصنیف ہے، حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ آپ پر خصوصی شفقت فرماتے اور آپ کی استعداد اور صلاحیت کی وجہ سے آپ کے سامنے حقائق ومعارف اور نکات ودقائق علمیہ کثرت سے بیان فرماتے تھے، آپ کے متعلق حضرت

مولانا محمد یعقوب صاحب نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ ''جہاں تم جاؤ گے بس تم ہی تم ہو گے''۔ دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد آپ صفر ۱۳۰۱ھ میں کانپور کے مدرسہ ''فیض عام'' میں صدر مدرسی کے عہدہ پر فائز ہوئے، ۱۴ سال تک کانپور میں درس و تدریس، افتاء اور تبلیغ کے کاموں میں مشغول رہے۔

۱۳۱۵ھ میں اپنے شیخ حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی کے ایماء اور منشأ سے پیر و مرشد کی یادگار ''خانقاہ امدادیہ'' تھانہ بھون میں مستقل سکونت اختیار فرمائی جس پر حضرت حاجی صاحب نے تحریر فرمایا:

''بہتر ہوا آپ تھانہ بھون تشریف لے گئے، امید ہے کہ آپ سے خلائق کو کثیر فائدہ ظاہری و باطنی ہوگا اور آپ ہمارے مدرسہ (امدادالعلوم) و مسجد کو از سر نو آباد کریں گے، ہر وقت آپ کے حال میں دعا کرتا ہوں اور خیال رہتا ہے''۔

پھر یہ جگہ مریضان باطنی کیلئے علاج کا مرکز بن گئی، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی اصلاح و تربیت، تصنیف و تالیف، درس و تدریس، افتاء و تبلیغ، مواعظ و ملفوظات ہی میں بسر ہوئی اور تقریباً نصف صدی تک خدمت و اصلاح خلق کے جتنے شعبے ہوسکتے تھے ہر شعبہ اور ہر راستہ سے تن تنہا وہ خدمات انجام دیں کہ بڑی بڑی جماعتیں اور ادارے اس کا عشر عشیر کرنے سے بھی عاجز ہیں۔

آپ کی تصنیفات کی تعداد سولہ سو کے قریب ہے، آپ کے تقریباً ۴۰۰ مواعظ قلمبند ہو کر شائع ہوئے، مواعظ کے علاوہ حضرت حکیم الامت کے افادات و علوم کی اشاعت کا ایک بڑا ذریعہ ان کے روزمرہ کے ملفوظات ہیں جو تقریباً ساٹھ جلدوں پر مشتمل ہیں، ان میں سے ہر ایک مجموعہ حضرت کی نظر سے گذار کر شائع کیا گیا۔

اصلاح و تربیت کے سلسلہ میں حضرت حکیم الامت کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے عقائد و عبادات کی اہمیت کے ساتھ ساتھ اخلاق و معاشرت اور عملی زندگی کے کاروبار کی صحت پر بے حد زور دیا ہے، فرمایا کرتے تھے ''انسان بننا فرض ہے بزرگ بننا فرض نہیں اس لئے کہ انسان نہ بننے سے دوسروں کو تکلیف ہوگی اور بزرگ نہ بننے سے اپنے ہی کو تکلیف ہوگی''۔

وراثت نبوت یا جذبہ مجددیت سے جو شفقت علی الخلق و اصلاح مسلمین کی فکر حضرت حکیم الامت پر ہمہ وقت طاری تھی کہ جہاں کہیں مسلمانوں پر کوئی مصیبت آتی یا پریشانی کی خبر آتی وہ غم میں اس طرح گھلنے لگتے جیسے کسی شفیق باپ کی صلبی اولاد پر کوئی مصیبت آئی، ایک ایسے ہی فتنہ کے زمانے میں خود فرمایا کہ ''مسلمانوں کی موجودہ حالت اور اس کے نتائج کا تصور اگر کھانے سے پہلے آجاتا ہے تو بھوک اڑ جاتی ہے اور سونے سے پہلے آجاتا ہے تو نیند اڑ جاتی ہے''۔

اسی فکر کے مدنظر آپ نے ۲۵ ؍اصول ''حیاۃ المسلمین'' کے نام سے مرتب فرمائے ،یعنی وہ اعمال جن پر عمل پیرا ہونے سے مسلمانوں کی دین و دنیا کی فلاح یقینی ہے ،آپ حیاۃ المسلمین کو اپنے لئے سرمایۂ نجات سمجھتے تھے،فرمایا کہ ''میرا غالب گمان ہے اس سے میری نجات ہو جائے گی،اس کو میں اپنی ساری عمر کی کمائی اور تمام عمر کا سرمایہ سمجھتا ہوں''۔

آپ کے خلفاء عظام ،مجازین بیعت وصحبت کا حلقہ بھی بڑا وسیع ہے جن میں حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب ،حضرت مفتی محمد حسن امرتسری ،حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی ،حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمی ،حضرت مولانا خیر محمد جالندھری ،حضرت علامہ سید سلیمان ندوی ،مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی ، حضرت مولانا جلیل احمد شیروانی ،حضرت مولانا مفتی عبدالکریم گمتھلوی رحمۃ اللہ علیہم بطور خاص قابل ذکر ہیں ۔

(۴) حضرت مولانا حافظ محمد احمد نانوتوی قدس سرہ

ولادت: ۱۲۷۹ھ ۱۸۶۲ء وفات: ۱۳۴۷ھ ۱۹۲۸ء

حافظ صاحب حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ کے فرزند رشید تھے ، ۱۲۷۹ھ ۱۸۶۲ء میں نانوتہ میں پیدا ہوئے ،قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد والد ماجد نے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کیلئے گلاؤٹھی (ضلع بلند شہر) بھیج دیا ،گلاؤٹھی میں حضرت نانوتوی کا قائم کیا ہوا مدرسہ منبع العلوم تھا،مولانا عبداللہ انبیٹھوی ان کے بہنوئی اس مدرسہ میں مدرس تھے ،بعد ازاں مزید تعلیم کیلئے مراد آباد کے مدرسہ شاہی میں بھیجے گئے ،یہاں حضرت نانوتوی کے شاگرد رشید مولانا احمد حسن امروہی پڑھاتے تھے ،ان سے مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھنے کے بعد دیوبند تشریف لائے اور حضرت شیخ الہند کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا ،حضرت مولانا محمد یعقوب سے ترمذی شریف کے چند سبق ۱۳۰۰ھ میں پڑھے ،دورۂ حدیث گنگوہ پہنچ کر حضرت گنگوہی کے حلقۂ درس میں پورا کیا اور وہیں جلالین اور بیضاوی پڑھی ،۱۳۰۳ھ ۱۸۸۵ء میں بحیثیت مدرس دارالعلوم میں تقرر ہوا اور مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھانے کی نوبت آئی ،۱۳۱۰ھ ۱۸۹۲ء میں جب حضرت حاجی محمد عابد اہتمام سے مستعفی ہوئے تو یکے بعد دیگرے دو مہتمم مقرر ہوئے مگر ایک ایک سال سے زیادہ اہتمام نہ کرسکے، ہر سال کے تغیرات کی وجہ سے دارالعلوم کے نظام میں اختلال پیدا ہونے لگا تو ۱۳۱۳ھ ۱۸۹۵ء میں حضرت گنگوہی نے اہتمام کیلئے حافظ صاحب کا انتخاب فرمایا ،حافظ صاحب نہایت منتظم اور صاحب اثر و وجاہت تھے، وہ بہت جلد دارالعلوم کے انتظام پر قابو یافتہ ہوگئے اور تقرر کے وقت آپ سے جو توقعات قائم کی گئی تھیں بدرجۂ اتم ان کے اہل ثابت ہوئے ،حضرت شیخ الہند جو صدر المدرسین تھے خود استاذ ہونے کے باوجود حافظ صاحب

کے استاذزادہ ہونے کی حیثیت کو زیادہ اہمیت دیتے تھے اور دارالاہتمام میں ان کے سامنے مؤدبانہ بیٹھتے تھے۔

۱۳۴۷ھ ۱۹۲۸ء میں نظام دکن کے دہلی آنے کی توقع تھی، نظام دکن کو دیوبند آنے کے وعدے کی یاددہانی کیلئے آپ حیدرآباد تشریف لے گئے، وہاں پہنچ کر طبیعت زیادہ خراب ہوگئی، واپسی کے قصد سے آپ حیدرآباد سے روانہ ہوئے مگر ابھی ٹرین حیدرآباد کے حدود ہی میں تھی کہ نظام آباد اسٹیشن کے قریب حافظ صاحب جان جان آفریں کے سپرد کرکے من مات فی السفر فھو شھید میں داخل ہوگئے، یہ ۳ر جمادی الاولی ۱۳۴۷ھ ۱۹۲۸ء کا واقعہ ہے، نظام دکن کے اس تار پر کہ مولانا کو حیدرآباد لایا جائے تابوت حیدرآباد لے جایا گیا، اگلے دن ۴ر جمادی الاولی کو نظام دکن کے ذاتی مصارف پر ایک مخصوص قبرستان میں جو حیدرآباد میں ''خطۂ صالحین'' کے نام سے موسوم ہے ان کو سپرد خاک کیا گیا، اس قبرستان میں حیدرآباد کی ممتاز شخصیتیں مشائخ و علماء و امراء دفن کئے جاتے ہیں۔

حافظ صاحب رحمہ اللہ نے ۴۵ سال دارالعلوم کی خدمات انجام دیں، ابتدائی ۱۰ سال تعلیم و تدریس میں گذرے اور ۳۵ سال اہتمام کے فرائض انجام دیئے۔

(۵) امام الفقہاء حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی قدس سرہ

ولادت: ۱۲۷۵ھ ۱۸۵۸ء وفات: ۱۳۴۷ھ ۱۹۲۸ء

آپ ۱۲۷۵ھ کو قصبہ دیوبند میں پیدا ہوئے، اصل نام عزیز الرحمٰن اور تاریخی نام ظفر الدین ہے، زمانہ طفولیت سے ہی ذہانت، فراست و شرافت اور صداقت کے مجسم پیکر تھے، حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی سے بیشتر کتابیں پڑھیں، ۱۲۹۸ھ میں تمام علوم وفنون سے فارغ التحصیل ہوئے، ۱۲۹۹ھ میں حضرت مفتی صاحب قدس سرہ اور مولانا حافظ محمد احمد صاحب دارالعلوم دیوبند میں بلاتنخواہ مدرس مقرر ہوئے، اس کے بعد آپ بسلسلہ تعلیم و تدریس مدرسہ عالیہ رامپور تشریف لے گئے اور ۱۳۰۹ھ تک تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے، ۱۳۰۹ھ میں دارالعلوم کی طلب پر آپ دوبارہ دیوبند تشریف لائے تو نیابت اہتمام کا منصب آپ کے سپرد کردیا گیا۔

دارالعلوم دیوبند کی شہرت اور مقبولیت عام تھی اس وجہ سے دور دراز کے مقامات سے استفتاء بکثرت آتے تھے، ابتدائی سالوں میں اساتذہ دارالعلوم بالخصوص عارف باللہ حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی قدس سرہ حسب ضرورت و موقع فتاوی تحریر کرتے رہے، ۱۳۱۰ھ میں حضرت گنگوہی نے حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کو اس عظیم منصب اور اہم ذمہ داری کیلئے منتخب فرمایا، پھر اس وقت سے ۱۳۴۶ھ یعنی ۳۶

سال تک بدستور بحیثیت صدر مفتی دارالعلوم دیوبند بلکہ مفتی اعظم ہندوستان خدمت افتاء سر انجام دیتے رہے، محدث کبیر حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری فرماتے ہیں ''علماء دیوبند میں سے صرف ایک عالم مولانا الشیخ الفقیہ مفتی عزیز الرحمٰن صاحب دیوبندی نے مختلف سوالات کے جواب میں پچاس ہزار فتاویٰ صادر فرمائے'' (دارالعلوم دیوبند نمبر ص ۱۵۳)

آپ کے تلامذہ میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا بدر عالم میرٹھی، مولانا مناظر احسن گیلانی، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی اور مولانا محمد یوسف بنوری شامل ہیں۔

غرض یہ کہ حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کے علمی و عملی مقام اور فقیہ النفس ہونے میں کسی قسم کا کلام یا شبہ نہیں ہے، آپ واقعی اس دور کے امام الفقہاء تھے اور دارالعلوم دیوبند کے جلیل القدر اکابر میں سے تھے۔

حضرت مفتی صاحب کو علوم ظاہری کے ساتھ علوم باطنی میں بھی بلند مقام حاصل تھا، حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب مہتمم اول دارالعلوم دیوبند سے بیعت و خلافت حاصل تھی۔

آپ کے خلفاء اور مریدین کا حلقہ وسیع ہے، خاص طور پر مولانا قاری محمد اسحاق صاحب میرٹھی بہت معروف تھے جن کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی ہیں۔

۱۳۴۶ھ میں آپ مستعفی ہوکر ڈابھیل تشریف لے گئے اور وہاں کچھ دن قیام فرما کر واپس دیوبند تشریف لے آئے اور تھوڑے عرصہ بعد ۱۷ر جمادی الثانی ۱۳۴۷ھ کو آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور قبرستان قاسمی میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا اناللّٰہ وانا الیہ راجعون۔

(۶) حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی رحمہ اللہ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند

وفات: ۱۳۴۸ھ ۱۹۲۹ء

فخر العلماء حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند کے قدیم ممتاز فضلاء اور منتظمین میں سے تھے اور اپنے علم و فضل، زہد و تقویٰ اور خلوص و للّٰہیت کی حیثیت سے فضلاء دارالعلوم دیوبند میں اعلیٰ مقام پر فائز تھے، آپ دارالعلوم دیوبند میں پیدا ہوئے اور آپ کا شجرۂ نسب سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ کے ممتاز تلامذہ میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی، حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی، حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی اور حضرت مولانا قاری محمد طیب

قاسمی رحمۃ اللہ علیہم خاص طور سے قابل ذکر ہیں ۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب قدس سرہ کو انتظامی صلاحیت اور سیاسی سوجھ بوجھ اس قدر غیر معمولی عطا فرمائی تھی کہ درحقیقت وہ وزیر بننے کے لائق انسان تھے، دارالعلوم دیوبند پر سخت سے سخت وقت آئے، بڑی بڑی شورشیں اٹھیں لیکن میں نے اس بندۂ خدا کو کبھی ہراساں یا پریشان نہیں دیکھا، سنگین سے سنگین حالات میں بھی ان کے اطمینان اور خوداعتمادی میں کبھی فرق نہیں آیا، انہوں نے دارالعلوم میں خلاف اصول باتوں کو کبھی برداشت نہیں کیا اور اپنے حسن تدبر سے مدرسے کو بڑے بڑے فتنوں سے محفوظ رکھنے کی کوشش کی ۔

ایک مرتبہ دارالعلوم دیوبند کی انتظامیہ کے خلاف ایک شدید طوفان کھڑا ہوا جس میں بعض لوگ حضرت مولانا کی جان تک کے دشمن ہوگئے، ان حالات میں بھی مولانا کھلی چھت پر تن تنہا سوتے تھے، میں نے عرض کیا کہ حضرت ایسے حالات میں آپ کا اس طرح سونا مناسب معلوم نہیں ہوتا آپ کم ازکم کمرے کے اندر ہی سوجایا کریں لیکن مولانا نے بڑی بے نیازی کے ساتھ ہنس کر فرمایا ارے میاں! میں تو اس باپ (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کا بیٹا ہوں جس کے جنازے کو چار اٹھانے والے بھی میسر نہ آئے اور جسے رات کے اندھیرے میں بقیع کی نذر کیا گیا لہذا مجھے موت کی کیا پرواہ ہوسکتی ہے (ماخوذ ماہنامہ البلاغ کراچی مفتی اعظم نمبر ص ۳۰۸)

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب دارالعلوم دیوبند کے چھٹے مہتمم تھے، حق تعالیٰ نے آپ کو دین کا خاص فہم عطا فرمایا تھا، آپ کی دانش وتدبر مشہور زمانہ تھی، ادبیات کے ماہر تھے، عربی نظم ونثر دونوں میں کمال قدرت رکھتے تھے۔ دارالعلوم کے نظم ونسق نے آپ کے تدبر ودانش سے عظیم استفادہ کیا، آپ کی اس دانش اور عظیم علمی شخصیت کی بنا پر حکومت حیدرآباد دکن کا عہدۂ افتاء حضرت مولانا حافظ محمد احمد قاسمی کے بعد آپ ہی کو تفویض کیا گیا تھا، آپ کا حلم وتواضع، مروت اور تحمل مشہور زمانہ تھا، آپ حضرت گنگوہی کے متوسل اور طریقت کے معمولات کے نہایت پابند تھے، وفات کے دن مجھ سے حسرت کے ساتھ فرمایا کہ میرا بارہ ہزار اسم ذات افسوس کہ آج پورا نہ ہوسکا"۔

حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کے انتقال کے ٹھیک چودہ ماہ بعد ۴ رجب ۱۳۴۸ھ ۱۹۲۹ء کی شب اس جہان فانی سے رحلت فرمائی اور ہمیشہ کیلئے دارالعلوم کو اپنا مداح چھوڑ گئے ۔

(۷) حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

ولادت: ۱۲۹۲ھ ۱۸۷۵ء وفات: ۱۳۵۲ھ ۱۹۳۳ء

شاہ صاحب کشمیر کے رہنے والے تھے، ۲۷ شوال ۱۲۹۲ھ ۱۸۷۵ء کو سادات کے ایک معزز علمی

خاندان میں آپ کی ولادت ہوئی ، ساڑھے چار سال کی عمر میں اپنے والد بزرگوار مولانا سید معظم شاہ سے قرآن مجید شروع کیا، غیر معمولی ذہانت وذکاوت اور بے مثل قوت حافظہ ابتداء عمر سے موجود تھی، چنانچہ ڈیڑھ سال کی قلیل مدت میں کتاب اللہ کے ساتھ فارسی کی چند ابتدائی کتابیں ختم کر کے علوم متداولہ کی تحصیل میں مشغول ہوگئے تقریباً تین سال ہزارہ کے مدارس میں رہ کر مختلف علوم وفنون میں دست گاہ حاصل کی، ۱۳۱۰ھ ۱۸۹۲ء میں دیوبند تشریف لائے ،حضرت شیخ الہند مسند صدارت پر متمکن تھے ۔

۱۳۱۴ھ میں دارالعلوم سے فارغ ہوکر آپ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سند حدیث کے علاوہ باطنی فیوض سے بھی مستفیض ہوئے اور خلافت حاصل کی، دارالعلوم سے فراغت کے بعد آپ نے مدرسہ امینیہ دہلی میں کچھ دنوں فرائض تدریس انجام دیئے، ۱۳۲۷ھ ۱۹۰۹ء میں آپ دیوبند تشریف لائے ،حضرت شیخ الہند نے آپ کو یہاں روک لیا، کئی سال تک بغیر مشاہرے کے کتب حدیث کے درس وتدریس کی خدمت انجام دیتے رہے اور رجب تک دارالعلوم سے تنخواہ نہیں لی حضرت حافظ محمد احمد صاحب رحمہ اللہ کے مہمان رہے ۔

۱۳۳۳ھ ۱۹۱۵ء کے اواخر میں جب شیخ الہند نے سفر حجاز کا قصد کیا تو اپنی جانشینی کا فخر شاہ صاحب کو بخشا، دارالعلوم کی مسند صدارت پر تقریباً ۱۲ سال تک جلوہ افروز رہے ۔

۱۳۴۶ھ ۱۹۲۷ء کے اوائل میں اہتمام دارالعلوم سے بعض اختلافات کے باعث آپ فرائض صدارت سے دست کش ہوکر جنوبی ہند کے مدرسہ ڈابھیل میں تشریف لے گئے اور ۱۳۵۱ھ ۱۹۳۲ء تک وہاں درس حدیث کا مشغلہ جاری رہا۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کے اس ارشاد سے آپ کی جامع شخصیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ''میرے نزدیک حقانیت اسلام کی دلیلوں میں ایک دلیل مولانا محمد انور شاہ کشمیری کا امت مسلمہ میں وجود ہے، اگر دین اسلام میں کسی قسم کی بھی کجی یا خرابی ہوتی تو آپ دین اسلام سے کنارہ کش ہوجاتے'' ۔

آپ کے تلامذہ میں شاہ عبدالقادر رائے پوری، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی، مولانا سید مناظر احسن گیلانی ، مولانا محمد ادریس کاندھلوی ، مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی ، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی ، مولانا محمد یوسف بنوری، مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی ، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مولانا محمد منظور نعمانی ، مولانا مفتی محمد حسن امرتسری، مولانا اطہر علی سلہٹی اور مولانا قاری محمد طیب قاسمی وغیرہ حضرات شامل ہیں ۔

آپ کی تصانیف میں خاتم النبیین ،عقیدۃ الاسلام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام ، التصریح بما تواتر فی نزول المسیح ،فصل الخطاب فی مسئلۃ ام الکتاب وغیرہ ہیں ۔

ڈابھیل میں چند سال قیام فرمانے کے بعد آخر میں امراض کی شدت سے مجبور ہوکر دیوبند جس کو آپ نے اپنا وطن اقامت بنالیا تھا چلے آئے اور یہیں ۳رصفر المظفر ۱۳۵۲ھ ۱۹۳۳ء میں رحلت فرمائی، قبر مبارک عیدگاہ کے قریب ہے۔

(۸) شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ

ولادت: ۱۳۰۵ھ ۱۸۸۷ء وفات: ۱۳۶۹ھ ۱۹۴۹ء

آپ حضرت مولانا فضل الرحمٰن کے فرزند رشید تھے، ۱۳۰۵ھ ۱۸۸۷ء میں بمقام بجنور پیدا ہوئے، ۷ سال کی عمر میں درجہ قرآن مجید میں داخل ہوئے، دارالعلوم کے اساتذہ سے ۱۳۲۵ھ ۱۹۰۷ء میں علوم کی تکمیل کی، حضرت شیخ الہند کے ارشد تلامذہ میں تھے اور انہیں سے بیعت تھے، فراغت کے بعد دہلی کے مدرسہ فتح پوری میں صدر مدرس مقرر ہوئے وہاں سے ۱۳۲۸ھ ۱۹۱۰ء میں ان کو دارالعلوم میں بلایا گیا، یہاں عرصہ تک درجہ علیا کی مختلف کتابیں پڑھائیں، مولانا عثمانی کے درس صحیح مسلم کو بڑی شہرت حاصل تھی، حضرت نانوتوی کے علوم پر ان کی خاص نظر تھی، ایک عرصہ تک دارالعلوم میں تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد ۱۳۴۶ھ ۱۹۲۸ء میں دارالعلوم سے بعض اختلافات کے سبب حضرت مولانا محمد انور شاہ اور حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن وغیرہ حضرات کے ساتھ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل (سورت) تشریف لے گئے۔

حضرت شاہ صاحب کی وفات کے بعد ۱۳۵۲ھ ۱۹۳۳ء میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے شیخ الحدیث مقرر ہوئے، ۱۳۵۴ھ ۱۹۳۵ء میں حضرت تھانوی اور بعض دوسرے اکابر کے ارشاد پر دارالعلوم میں تشریف لائے اور ۱۳۶۲ھ ۱۹۴۴ء تک بحیثیت صدر مہتمم دارالعلوم کی خدمات انجام دیتے رہے، اس دوران جامعہ ڈابھیل سے بھی تعلق قائم رہا۔

علم الکلام، العقل والنقل، اعجاز القرآن، حجاب شرعی اور الشہاب لرجم الخاطف المرتاب وغیرہ ان کی معرکۃ الآراء تصانیف ہیں، حضرت شیخ الہند کے ترجمہ قرآن مجید پر مولانا عثمانی کے تفسیری حواشی کو بڑی شہرت حاصل ہے، علم حدیث میں ان کی گراں قدر عربی تصنیف فتح الملہم حنفی نقطہ نظر سے صحیح مسلم کی پہلی شرح ہے، ان کا یہ ایک ایسا زندہ جاوید کارنامہ ہے جس نے ان کے علم وفضل کو تمام عالم اسلام میں روشناس کرادیا ہے، علامہ زاہد الکوثری نیز مصر وشام کے دیگر علماء نے ان کو خراج تحسین ادا کیا ہے۔

علامہ عثمانی خلافت کمیٹی کے ایک اہم رکن رہے اور سالہا سال تک جمعیۃ العلماء ہند کی مجلس عاملہ کے رکن رہے، جمعیۃ العلماء ہند کے صف اول کے رہنماؤں میں ان کا شمار ہوتا تھا، آخر میں ان کو متحدہ قومیت

اور کانگریس کے ساتھ جمعیۃ کے تعاون کے مسئلے پر جمعیۃ العلماء ہند سے اختلاف پیش آیا اور وہ مسلم لیگ میں شامل ہو گئے اور ۱۳۶۵ھ ۱۹۴۶ء میں جمعیۃ العلماء اسلام کے صدر منتخب کئے گئے۔

پاکستان دستور ساز اسمبلی کے رکن اور دستور ساز کمیٹی کے صدر مقرر ہوئے ، پاکستان میں انہوں نے بہت سی دینی اور ملی خدمات انجام دیں ، پاکستان کے اقتدار اعلیٰ پر ان کی علمی اور سیاسی خدمات کا خاص اثر تھا خصوصاً ان کو عالمانہ مفکرانہ حیثیت سے خاص عظمت حاصل تھی اور ان کی دینی رہنمائی کے ساتھ ساتھ سیاسی رہنمائی بھی مسلم سمجھی جاتی تھی۔

پاکستان میں جامعہ عباسیہ بہاولپور ایک قدیم دینی تعلیم گاہ ہے ، اس کا انتظامی اور تعلیمی نظام بہت خراب ہو گیا تھا ، ریاست بہاولپور کی وزارت تعلیم نے مولانا عثمانی سے درخواست کی کہ وہ بہاولپور تشریف لا کر جامعہ عباسیہ کی اصلاح وترقی کیلئے اپنے مشورے سے ریاست کو نوازیں ، چنانچہ آپ بہاولپور تشریف لے گئے ، وزارت تعلیم سے ابھی گفتگو شروع ہی ہوئی تھی کہ اچانک ۲۱ رصفر ۱۳۶۹ھ ۱۳ ردسمبر ۱۹۴۹ء کو چند گھنٹے کی مختصر علالت کے بعد داعی اجل کو لبیک کہا ، جنازہ بہاولپور سے کراچی لے جایا گیا اور قیام گاہ واقع محمد علی روڈ کے قریب آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔

(۹) شیخ الفقہ والادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب امروہی رحمہ اللہ

ولادت: ۱۳۰۰ھ ۱۸۸۳ء وفات: ۱۳۷۴ھ ۱۹۵۴ء

آپ یکم محرم الحرام ۱۳۰۰ھ میں شہر بدایون میں پیدا ہوئے مختلف مقامات میں تعلیم حاصل کرتے ہوئے بالآخر دارالعلوم دیوبند پہنچے اور وہاں کبار اساتذہ سے تعلیم مکمل کی۔

۱۳۱۲ھ میں دارالعلوم سے فراغت کے بعد حضرت شیخ الہند نے آپ کو مدرسہ نعمانیہ پورینی ضلع بھاگلپور (بہار) کیلئے منتخب فرمایا ، تقریباً سات سال اس علاقے میں درس دیتے رہے ، پھر آپ شاہجہاں پور تشریف لائے ، یہاں تقریباً تین سال آپ نے نہایت کامیابی کے ساتھ درس دیا ، ۱۳۳۰ھ میں آپ کا تقرر دارالعلوم دیوبند میں بحیثیت مدرس ہوا اور پہلے سال میں آپ کو عربی کی ابتدائی کتابیں علم الصیغہ اور نورالایضاح وغیرہ پڑھانے کیلئے دی گئیں۔

فقہ وادب آپ کا خاص فن تھا ، آپ کے درس نے بالآخرہ مقبولیت حاصل کی کہ "شیخ الادب والفقہ" کے لقب سے مشہور ہوئے ، عمر کے آخری دور میں کئی سال ترمذی جلد ثانی اور تفسیر کی بلند پایہ کتابیں بھی پڑھائیں ، حضرت مولانا مدنی کی عدم موجودگی میں متعدد مرتبہ بخاری شریف کے پڑھانے کا بھی ان کو موقع ملا ، غرض کہ علم

فقہ، علم حدیث، علم ادب، علم تفسیر وغیرہ ہر فن کی کتابوں پر ان کو عبور حاصل تھا، تعلیم کے ساتھ طلباء کی تربیت اور نگرانی کا ان میں خاص ذوق تھا جس سے طلباء کو بے انتہا فائدہ پہنچا اور آج تک آپ کے شاگرد آپ کو یاد کرتے ہیں، آپ کی پابندی اوقات ضرب المثل تھی اور اوقات درس کی پابندی میں آپ خود ہی اپنی نظیر تھے حتی کہ بعض اساتذہ دارالعلوم نے درس میں اوقات کی پابندی کا سبق حضرت شیخ الادب ہی سے حاصل کیا۔

حضرت شیخ الادب کو جس طرح عربی نظم ونثر پر قدرت حاصل تھی اسی طرح وہ اردو نظم ونثر میں بھی کامل دستگاہ رکھتے تھے، اردو نثر میں ان کا ایک خاص انداز تھا، انہوں نے عربی ادب میں نفحۃ الیمن کے معیار کے مطابق نفحۃ العرب کے نام سے ایک کتاب مرتب فرمائی تھی جس میں تاریخی حکایات وقصص اور اخلاقی مضامین درج کئے گئے ہیں، یہ کتاب عربی مدارس میں بہت مقبول ہوئی چنانچہ دارالعلوم اور دوسرے بہت سے مدارس کے نصاب میں داخل کی گئی، اس کے علاوہ انہوں نے فقہ میں نورالایضاح، شرح نقایہ، کنزالدقائق اور ادب عربی میں دیوان حماسہ اور دیوان متنبّی پر مفید حواشی تحریر فرمائے ہیں جو اساتذہ اور طلباء میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن کے عربی قصیدہ لامیۃ المعجزات کے اشعار کی اردو میں سلیس شرح فرمائی ہے۔

۱۳۷۴ھ میں آپ نے دارفانی سے رحلت فرمائی، حق تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائے، آمین۔

(۱۰) علامہ محمد ابراہیم بلیاوی رحمہ اللہ

ولادت: ۱۳۰۴ھ ۱۸۸۷ء وفات: ۱۳۸۷ھ ۱۹۶۷ء

تاریخی نام غلام کبریا ہے، ۱۳۰۴ھ میں مشرقی یوپی کے شہر بلیا کے ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے، جون پور میں فارسی اور عربی کی ابتدائی تعلیم مشہور طبیب مولانا حکیم جمیل الدین نگینوی سے حاصل کی اور معقولات کی کتابیں مولانا فاروق احمد چریا کوٹی اور مولانا ہدایت اللہ خاں (تلمیذ مولانا فضل حق خیرآبادی) سے پڑھیں، دینیات کی تعلیم کیلئے مولانا عبدالغفار کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا جو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے ارشد تلامذہ میں تھے، ۱۳۲۵ھ کے اواخر میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہو کر اولاً ہدایہ اور جلالین وغیرہ کتابیں پڑھیں اور ۱۳۲۷ھ میں دارالعلوم سے فارغ التحصیل ہوئے۔

تعلیم سے فراغت کے بعد اسی سال میں مدرسہ عالیہ فتح پوری کے مدرس دوم بنائے گئے پھر عمری ضلع مرادآباد کے مدرسہ میں کچھ عرصہ تک درس وتدریس میں مشغول رہے، ۱۳۳۱ھ میں آپ کو دارالعلوم میں بلالیا گیا، ۱۳۴۰ھ سے ۱۳۴۴ھ تک مدرسہ دارالعلوم مؤ ضلع اعظم گڑھ اور مدرسہ امدادیہ دربھنگہ (بہار) میں صدارت تدریس کی خدمات انجام دیں، ۱۳۴۴ھ میں آپ کو پھر دارالعلوم دیوبند میں بلایا گیا۔

۱۳۶۴ھ میں پھر دارالعلوم سے علیحدگی اختیار کی، اولاً جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں مسند صدارت کو رونق بخشی، وہاں کے بعد کچھ عرصہ تک مدرسہ عالیہ فتح پوری میں صدارت تدریس کی خدمات انجام دیں اور بعدازاں بنگال میں ہاٹ ہزاری ضلع چاٹگام کے مدرسہ میں صدر المدرسین رہے اور بالآخر ۱۳۶۶ھ میں حضرت مولانا محمد طیب صاحب کی سفارش اور مجلس شوریٰ کی منظوری کے بعد آپ دارالعلوم کی مسند صدارت تدریس پر فائز ہوئے اور تادم واپسیں اس پر متمکن رہے، ان کے تلامذہ کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے جو برصغیر کے علاوہ ایشیا اور افریقہ کے بہت سے ملکوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔

حضرت علامہ بلیاوی ہر علم و فن خصوصاً علم کلام و عقائد میں یگانۂ روزگار تھے، انہوں نے تفسیر، حدیث، عقائد، کلام اور دوسرے علوم کی جو نمایاں خدمات انجام دیں وہ اپنی مثال آپ ہیں، ان کے درس و تدریس کی مدت ۱۳۲۷ھ سے ۱۳۸۷ھ تک ۶۰ سال ہوتی ہے۔ علامہ بلیاوی کی تصانیف میں رسالہ مصافحہ، رسالہ تراویح، انوار الحکمۃ، ضیاء العلوم حاشیہ سلم العلوم، حواشی میبذی و خیالی ہیں، آخر میں جامع ترمذی پر حاشیہ لکھ رہے تھے جس کے پورے ہونے کی نوبت نہ آسکی۔

ان کی صحت عرصے سے خراب ہوگئی تھی، ۲۴ر رمضان ۱۳۸۷ھ کی دوپہر کو ۸۴ سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا، قبرستان قاسمی میں آسودۂ خواب ہیں۔ آپ کے بارہ میں حضرت حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں "۱۳۷۷ھ میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد آپ دارالعلوم کے صدر مدرس اور ناظم تعلیمات اور مجلس شوریٰ کے ممبر بنائے گئے تھے، آپ کے تلامذہ کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے، طلباء آپ کے درس میں بڑے شوق اور انہماک سے شریک ہوتے تھے اور آپ کے افادات عالیہ سے مستفید ہونے کے متمنی رہتے تھے، درس میں اختصار کے ساتھ بڑی جامعیت کی شان تھی اور درس کا انداز نہایت باوقار تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ لطائف و ظرائف، دقیقہ سنجی اور بالغ نظری سے اہم مسائل کو حل کرنے میں خاص ملکہ اور کمال حاصل تھا، حضرت نانوتوی کے علوم پر گہری نظر تھی اور حضرت شیخ الہند سے تلمذ کے علاوہ بیعت کا شرف بھی حاصل تھا، آپ نے کئی تصانیف و رسائل بھی تالیف فرمائے جو آپ کے علمی مقام کا ثبوت ہیں"۔

(۱۱) حضرت مولانا سید اصغر حسین دیوبندی المعروف حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ

ولادت: ۱۲۹۴ھ ۱۸۷۷ء وفات: ۱۳۶۴ھ ۱۹۴۴ء

عارف باللہ حضرت مولانا سید اصغر حسین دیوبندی کا شمار اکابر علماء دیوبند میں ہوتا ہے، آپ ایک عظیم محدث، مفسر، محقق، فقیہ اور شیخ کامل تھے، آپ کا تاریخی نام مختار احمد اور اصل نام اصغر حسین ہے، آپ کی

تاریخ پیدائش ۱۲۹۴ھ ہے، آپ کے والد ماجد کا نام محمد حسن شاہ ہے، خاندان سادات سے تعلق رکھتے ہیں، آپ کی رسم بسم اللہ آپ کے نانا میاں جی شاہ صاحب یعنی منا شاہ صاحب نے کرائی اور فارسی کی تعلیم آپ نے اپنے والد سے حاصل کی، پھر دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوکر مولانا محمد یاسین صاحب دیوبندی اور مولانا منظور احمد صاحب سے فارسی کی تکمیل کی، اس کے بعد ۱۳۱۰ھ میں فارسی سے فارغ ہوکر دارالعلوم کے شعبہ عربی میں داخل ہوئے اور تکمیل درس نظامی کی، آپ کے ممتاز اساتذہ میں شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی، مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی، مولانا حافظ محمد احمد قاسمی اور مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی وغیرہم ہیں۔

۱۳۲۰ھ میں علوم عربیہ کی تکمیل سے فارغ ہوکر آپ دارالعلوم دیوبند میں ایک سال چند ماہ تک دفتری کام کرتے رہے، اس کے بعد ۱۳۲۱ھ میں آپ کو جونپور مدرسہ مسجد اٹالہ کا صدر مدرس بنا کر بھیج دیا گیا اور وہاں ۱۳۲۷ھ تک بدستور دینی خدمات انجام دیتے رہے، پھر ۱۳۲۷ھ میں حضرت شیخ الہند کی طلبی پر دوبارہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے آئے اور درس وتدریس کے ساتھ ماہنامہ ''القاسم'' کی ایڈیٹری بھی فرماتے رہے۔

آپ کا بیعت وسلوک کا تعلق حضرت شاہ عبداللہ عرف میاں جی منا شاہ صاحب سے تھا جو اپنے زمانہ کے کاملین میں سے ہیں، حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں کہ جس وقت دارالعلوم کی بنیاد میں پہلی اینٹ رکھنے کا مسئلہ آیا تو میں نے کہا کہ پہلی اینٹ وہ رکھے گا جس کے دل میں کبھی گناہ کا ارادہ بھی نہ ہوا ہو اور فوراہی میں نے حضرت منا شاہ صاحب کا نام پیش کردیا جس کو سب نے پسند کیا، اجازت بیعت حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی کی طرف سے عطا ہوئی بعد ازاں ۱۳۱۰ھ میں حضرت منا شاہ صاحب رحمہ اللہ نے بھی اپنے وصال سے ایک دن قبل آپ کو اجازت وبیعت اور خلافت عنایت فرمائی تھی۔

۲۲ محرم الحرام میں آپ نے وصال فرمایا حق تعالیٰ درجات بلند فرمائے، آمین۔ اپنی وصیت میں حضرت نے فرمایا کہ ''میں اپنے احباب سے یہ گذارش کرتا ہوں کہ ہر سنت کا پورا پورا اہتمام رکھیں اور کسی سنت کو خواہ وہ کتنی بھی چھوٹی سی ہو معمولی نہ سمجھیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر سنت اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے''۔

میاں صاحب کے بزرگ اور اساتذہ ان کا احترام کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ تو مادرزاد ولی ہیں، اساتذہ کبھی نام لینے کے بجائے میاں صاحب ہی کہتے تھے، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن قدس سرہ جو اس وقت دارالعلوم کے سید الطائفہ تھے وہ بھی ان کو ہمارے سید صاحب کہہ کر خطاب فرماتے۔

خواتین کا صفحہ قاری محمد زکریا زکی سیالکوٹ

دورِ حاضر میں مسلمان عورت کا کردار

(۱)عورت جس کو حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا کیا گیا اور جو ابتداءِ آفرینش میں ایک بنیادی حیثیت رکھتی ہے، وہ عورت جو نبی تو نہیں مگر نبیوں کی ماں ہے، وہ عورت (حضرت آسیہ علیہا السلام) جو وقت کے ظالم و جابر حکمران فرعون کی بیوی تھی مگر رضائے الٰہی کی خاطر تمام مشکلات کو برداشت کرتی رہی اور فرمانبردار اٹھائی گئی ، وہ عورت (حضرت ہاجرہ علیہا السلام) جو اپنے شیر خوار بچے کے ساتھ میلوں کی مسافت پر پھیلے ہوئے لق و دق صحرا میں بظاہر بے یار و مددگار تھی لیکن اسے مشیت الٰہی پر پورا بھروسہ تھا، وہ عورت (حضرت عمارہ رضی اللہ عنہا) جس نے خیر البشر محبوب دو عالم، کائنات کے محسن جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی غرض سے ان کے اطراف لڑتے ہوئے اپنے جسم پر زخم کھائے ، وہ عورت (حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا) جس نے کلمۂ حق کا حق ادا کرتے ہوئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا اور اسلام کی پہلی شہیدہ قرار پائی ، وہ عورت (حضرت خنساء رضی اللہ عنہا) جو ایک نہیں بلکہ اپنے چار بیٹوں کو معرکۂ حق و باطل میں شہید ہوتا دیکھ کر سجدہ میں سر رکھ کر اللہ کا شکر ادا کیا، اور وہ عورتیں (امہات المومنین رضی اللہ عنہن) جن کے گھروں میں تین تین دن، کبھی اس سے بھی زیادہ دن چولہا نہیں جلتا تھا، کیوں آخر کیوں ایسا تھا؟ اس لئے کہ یہ سب ایک مقصد عظیم کے حصول کیلئے کوشاں تھیں، وہ مقصد یہ تھا کہ اپنے خالق و مالک کا حکم مان کر اس کی رضا حاصل کرلی جائے ،عورت اللہ تعالیٰ کی وہ بہترین شاہکار تخلیق ہے جو نزاکت و نظافت، حیاو پاکیزگی، نرمی و رحمدلی ، ایثار و قربانی ،خدمت و محبت، عفو و درگذر، عاجزی و انکساری اور حسن و جمال سے مرکب ہے۔

یہی وجہ ہے کہ دنیا کی ابتدا سے لے کر آج تک ہم تاریخ کے جس باب کو بھی دیکھتے ہیں وہ عورت کی بے مثال کارگذاری سے منور ہے، ہوسکتا ہے کہ کچھ لوگ یہ کہیں کہ یہ کل کی باتیں ہیں، یہ ان عورتوں کا ذکر ہے جو بلند کردار اور عظیم المرتبہ تھیں، مگر کیا یہ حقیقت نہیں کہ کسی بھی قوم یا ملت کی ترقی ، اس کے کارنامے اس کی گذشتہ تاریخ پر ہی تو ہوتے ہیں۔ اور آج جو مسئلہ امت ملی کو درپیش ہے وہ یہی ہے کہ موجودہ دور کی عورت کیسی ہو، وہ عورت جو قوم کی ماں ہے، معاشرے میں بنیادی اینٹ کی حیثیت رکھتی ہے، یہی اینٹ اگر ٹھیک رکھی گئی تو پھر پوری عمارت صحیح ہوگی اور اگر اسی اینٹ میں کوئی ٹیڑھ پیدا ہوگئی تو باوجود کوشش کے عمارت کی

خرابی کو دور نہیں کیا جاسکتا، دوسرے الفاظ میں میرے اور آپ کے دل کی بات یہ ہے کہ آج کی عورت کو کیسا ہونا چاہئے یعنی اس کا کردار و گفتار کیسا ہو، اس کی چال ڈھال کیسی ہو، اس کا رہن سہن کیسا ہو، وہ کس فیشن کو اپنائے، وہ کس کو اپنا آئیڈیل بنائے؟ کیونکہ اس رنگ و نور کی بھری دنیا میں اپنانے اور اختیار کرنے کو قدم قدم پہ بے شمار انداز اور طور طریقے موجود ہیں اور بھرپور آب و تاب کے ساتھ اپنی جانب کھینچ رہے ہیں، اس سب کے ساتھ یہ بھی دیکھنا ہے کہ زندگی جس کی مثال سمندر میں ابھرتی ایک لہر جیسی ہے جو سطح سمندر پر چند ساعتوں کیلئے ظاہر ہوتی ہے اور پھر غائب ہو جاتی ہے تو پھر انسان کونسا طریقہ اختیار کرے کہ یہ مختصر سا عرصۂ حیات، حیات جاوداں بن جائے، ایک مسلمان عورت جو قوم کی ماں ہے اور جس کے وجود سے کائنات کے رنگ قائم ہیں وہ اپنی اہمیت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے تقویٰ کا لباس اختیار کرے کہ اس سے بہتر کوئی لباس نہیں، حیا کے زیور سے آراستہ ہو جائے کہ حیا اسلام کا شعار ہے اور صبر و رضا کی چادر اوڑھ لے کہ یہ وہ قوتیں ہیں جو ایک مسلمان عورت میں حوصلہ بھر دیتی ہیں اور منزل آسان ہو جاتی ہے اور پھر بحیثیت ماں، بیٹی، بہن، بیوی کے رہن سہن، چال ڈھال، گفتگو غرضیکہ مجموعی کردار میں وہ بہترین مضبوطی پیدا ہوگی کہ زبان حال کہہ رہی ہوگی ؎

وقت ہی کو جو بدل دے وہ ہے انسان عظیم
وقت کے ساتھ بدلنا کوئی کردار نہیں

حمد باری تعالیٰ

کیوں نہ ہو کائنات وہ آخر تجی ہوئی ۔۔۔ جس پہ ہو تیرے نور کی چادر تنی ہوئی
تیری ہی نعمتوں کے سلاسل جہان میں ۔۔۔ موجِ نعیم تیری ازل سے چلی ہوئی
نخلِ صدا بھی اُس میں، مقامِ حرم بھی وہ ۔۔۔ جس قلب میں ہو تیری محبت بسی ہوئی
گرچہ میں صبح و شام خطا کار ہی رہا ۔۔۔ لطف و کرم میں تیرے نہ پھر بھی کمی ہوئی

رہتی ہے یادِ یزداں مرے دل میں یوں حنیفؔ
تاریکیوں میں جیسے ہو مشعل جلی ہوئی

(حنیف ساجد پھلروان)

امداد السائل فی الاحکام والمسائل فقیہ العصر حضرت مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

الاستفتاء

غیر مسلم سے رشتہ کرنا

سوال: ایک شخص پہلے حنفی تھا پھر دائرۂ اسلام سے خارج ہوگیا اس کے ساتھ رشتہ ناتہ درست ہے یا غلط ملخصاً۔

جواب: رشتہ وناتہ کیلئے اسلام شرط ہے، جبکہ وہ اسلام سے خارج ہوگیا تو رشتہ وغیرہ ناجائز ہے۔

(مولانا) محمد شفیع (صاحب) سرگودھا

نعم لاھنّ حلّ لّھم ولاھم یحلّون لھنّ فقیر قمر الدین سیالوی غفرلہ

جو شخص نکاح سے قبل یا نکاح سے بعد عقائد کفریہ رکھتا ہو وہ اسلام سے خارج ہے، اگر نکاح سے قبل اس کے عقائد کفریہ تھے اور اس نے دھوکہ دے کر نکاح کرایا تب تو ابتدا سے ہی نکاح نہیں ہوا اور اگر نکاح کے وقت مسلمان تھا اور بعد میں کسی عقیدہ کفریہ میں مبتلا ہوا (والعیاذ باللہ) تو نکاح ہونے کے بعد ٹوٹ گیا واللّٰہ اعلم۔

۱۲/صفر ۱۳۸۳ھ

حاملہ من الزنا سے نکاح کا حکم

سوال: عرض ہے کہ نکاح بندہ کا مورخہ ۱۱/۱۱/۶۲ نومبر اور چاند کی پندرہ تاریخ کو ہوا تھا اور شادی ۳/۷/۶۳ مارچ یعنی شوال کی دسویں کو ہوئی، جس ناجائز حمل کا بندہ نے ذکر کیا تھا وہ ٹھیک ناویں مہینے کی یعنی صفر کی تیسری کو بوقت صبح پیدا ہوگیا، کیا نکاح ثانی کی تو ضرورت نہیں ہوگی؟

جواب: اگر وہ حمل زنا سے ہو تو حاملہ من الزنا سے نکاح صحیح ہے، البتہ اگر غیر زانی سے نکاح ہوا ہو تو اس کو وضع سے قبل وطی وغیرہ حرام ہے اور اگر زانی سے ہی نکاح ہوا ہو تو اس کو وطی بھی حلال ہے۔

فی الدر المختار وصح نکاح حبلٰی من زنا الخ، وان حرم وطؤھا ودواعیہ حتّٰی تضع الخ، لونکحھا الزّانی حلّ لہ وطؤھا اتّفاقا (شامی ج۲ص۳۰۰) لہٰذا صورت مسئولہ میں تجدید نکاح کی ضرورت نہیں، نکاح اول صحیح ہے، واللّٰہ اعلم بالصّواب۔

سید عبدالشکور ترمذی عفی عنہ

مدرسہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

۳۰/صفر ۱۳۸۳ھ

سید عبدالناصر ترمذی

اخبار الجامعہ

۸؍شوال المکرّم: صدر جامعہ نے مدرسہ امدادیہ فتحیہ سلانوالی میں ماہانہ اصلاحی درس دیا اور بخاری شریف کا افتتاح کرایا۔

۱۲؍شوال المکرّم: صدر جامعہ کے صاحبزادہ عزیز حافظ سید عبدالباسط ترمذی سلمہ کی تکمیل حفظ قرآن کے پرمسرت موقع پر جامعہ میں ایک پروقار تقریب منعقد کی گئی، حضرت عارف باللہ مولانا مشرف علی تھانوی مدظلہم نے عزیز موصوف کو آخری سبق پڑھایا اور پرمغز بیان کے بعد دعا کرائی، اس خوشی کے موقع پر صدر جامعہ کی طرف سے معزز مہمانوں کیلئے ضیافت کا اہتمام بھی کیا گیا۔

۱۳؍شوال المکرّم: صدر جامعہ نے مدرسہ ابوھریرہ ھڈالی اور گلشن جمال سرگودھا مدرسۃ البنات میں بخاری شریف کا افتتاح کرایا اور خطاب کیا۔

۱۴؍شوال المکرّم: صدر جامعہ جنڈانوالہ تشریف لے گئے، مولانا انتظار احمد صاحب سابق متخصص جامعہ ہذا کا نکاح پڑھایا اور مدرسہ صدیقیہ میں بخاری شریف کا افتتاح کرایا، بعدازاں ڈُلے والا افتتاح بخاری شریف کی تقریب میں شرکت کی اور بیان فرمایا۔

۱۵؍شوال المکرّم: شعبہ درس نظامی میں جامعہ کے تعلیمی سال کا آغاز ہوا، صدر جامعہ نے تعلیمی سال کی افتتاحی تقریب میں طلبہ درجہ کتب کے اسباق کا آغاز فرمایا اور مختصر نصائح فرمائیں۔

۱۶؍شوال المکرّم: صدر جامعہ ''تحفظ حقوق نسواں بل'' کے سلسلہ میں منعقدہ علماء ومشائخ کنونشن میں شرکت کیلئے اسلام آباد تشریف لے گئے اور ضلع سرگودھا کی نمائندگی کرتے ہوئے مختصر بیان بھی فرمایا۔

۲۰؍شوال المکرّم: صدر جامعہ نے مدرسہ تعلیم القرآن ومدرسہ مدینۃ العلوم سرگودھا میں تعلیم کا افتتاح کرایا اور بعد مغرب مدرسہ سعدیہ میں مشکوٰۃ شریف کا افتتاحی درس دیا۔

۲۲؍شوال المکرّم: صدر جامعہ، جامعہ امدادیہ فیصل آباد تشریف لے گئے اور رئیس المحدثین حضرت الشیخ مولانا سلیم اللہ خان دامت برکاتہم سے ملاقات کی، بعدازاں خطبۂ جمعہ دیا اور نماز جمعہ کی امامت فرمائی۔

۲۶؍شوال المکرّم: اسلام آباد سے مفتی سعید احمد خاں صاحب ودیگر حضرات مفتی شاکر صاحب کے ہمراہ جامعہ میں تشریف لائے اور صدر جامعہ سے ملاقات کی۔

۲۷؍شوال المکرّم: صدر جامعہ نے مدرسہ امدادیہ فتحیہ سلانوالی اور دارالعلوم اشرفیہ چوبال میں خطاب کیا۔